ماہنامہ
نقیبِ ختمِ نبوّت
ملتان

صفر المظفر ۱۴۲۱ھ
مئی ۲۰۰۰ء
۵

اسلام اور مزدور

وزیرِ داخلہ کے نام کھلا خط

قراردادِ مقاصد پر عمل درآمد

حادثۂ کربلا

قانونِ توہینِ رسالت میں ترمیم؟
کہ سنگ و خشت مقید ہیں سگ آزاد

مرزا طاہر کی ہفوات اور اُن کا جواب

ہماری دعوت

مجلس احرارِ اسلام میں شامل ہو کر اقامتِ حکومتِ الٰہیہ کا فریضہ ادا کریں

ہمارا منشور

طاقت کا سرچشمہ صرف اللہ جل جلالہ ہے
توحید و ختمِ نبوّت اور اُسوۂ صحابہ رضی اللہ عنہم ہمارا دین ہے
خلافت و شورائیت اور اجماعِ اُمت ہماری سیاست ہے
زکوٰۃ و عشر اور جزیہ و خراج ہماری معیشت ہے
اعلاءِ کلمۃ اللہ، جہاد اور غلبۂ اسلام ہمارا نصب العین ہے
حصولِ رضائے الٰہی و شفاعتِ نبی آخر الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم ہمارا مقصد ہے

شعبہ نشر و اشاعت، مجلس احرارِ اسلام، پاکستان

اخبار الاحرار

اخبار الجہاد

خبردار ہوشیار

مرزائیوں کے دھوکہ اور فریب سے بچو

مسلمانو! مرزائیوں کے فریب سے بچو۔ دھوکہ اور تاویل ان کے دجل کی بنیاد ہے ان کے دھوکے میں مت آنا۔ ان کی تاویلوں کے جال میں مت پھنسنا۔ ان کا سارا دجل مرزا غلام احمد کو نبی منوانے کیلئے ہے۔

غیر محرم عورتوں سے مٹھیاں بھروانے والا تو ایک شریف آدمی بھی نہیں ہو سکتا۔

سیّدنا محمد رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں نجران سے عیسائیوں کا وفد آیا اور انہوں نے جناب سیّدنا مسیح مُقدس عیسیٰ ابن مریم علیہما الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں حضور علیہ السّلام سے گفتگو کرتے ہوئے ضد کی تو حضُور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے سمجھانے کیلئے ان عیسائیوں کو یوں ہدایت فرمائی ارشاد فرمایا:

"اَلستُم تعلمونَ اَنّ ربّنا حیّ لا یموت "وَاِنّ عیسٰی یَأتی عَلَیهِ الفناءُ " (الحدیث)

تم نہیں جانتے اللہ زندہ ہے مرے گا نہیں۔ اور عیسٰی علیہ السّلام کو موت آئے گی۔

اور یہودیوں کو فرمایا!

"اِنّ عیسٰی لَم یَمُت وَانّه رَاجِعِ اِلَیکُم" قَبلَ یَومِ القیامَه (الحدیث)

تحقیق عیسٰی علیہ السلام مَرے نہیں وہ تمہاری طرف قیامت سے پہلے لوٹیں گے۔

ان ارشادات سے معلوم ہوا کہ عیسٰی علیہ السلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس تک تو مرے نہیں تھے پھر کب مرے۔؟ یہ مرزائی دجّال بتائیں۔

قائد احرار، جانشین امیر شریعت ثانی
حضرت مولانا سید عطاء المحسن بخاری رحمہ اللہ

ماہنامہ نقیبِ ختمِ نبوّت ملتان

Regd: M. No. 32

جلد ۱۱ | شمارہ ۵ | قیمت ۱۵ ۔ روپے

بیاد سیّد الاحرار حضرت امیرِ شریعت سیّد عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

صفر المظفر ۱۴۲۱ھ
مئی 2000ء

بانی: مولانا سیّد عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ

زیرِ سرپرستی

حضرت مولانا خواجہ خان محمد مدظلہ

ابنِ امیرِ شریعت حضرت پیرجی
سیّد عطاء المہیمن بخاری مدظلہ

مدیرِ مسئول

سیّد محمد کفیل بخاری

رفقاءِ فکر

مولانا محمد اسحٰق سلیمی
پروفیسر خالد شبیر احمد
عبداللطیف خالد چیمہ
سیّد یونس الحسنی
مولانا محمد مغیرہ
محمد عمر فاروق

زرِ تعاون سالانہ

اندرونِ ملک 150۔ روپے
بیرونِ ملک 1000 روپے پاکستانی

رابطہ: دارِ بنی ہاشم ۰ مہربان کالونی ملتان ☎ 061.511961

تحریکِ تحفظِ ختمِ نبوّۃ ﷺ مجلسِ احرارِ اسلام پاکستان

ناشر: سیّد کفیل بخاری طابع: تشکیل احمد اختر مطبع: تشکیل پرنٹرز مقام اشاعت: دارِ بنی ہاشم ملتان۔

تشکیل

دل کی بات:	اداریہ		مدیر	۳
افکار:	قرار دادِ مقاصد پر عمل در آمد		محمد عمر فاروق	۶
نوائے قلم:	وزیر داخلہ کے نام کھلا خط		مولانا زاہد الراشدی	۸
دین و دانش:	اسلام اور مزدور		مولانا عبد الحق چوہانؒ	۱۲
" "	اسلامی تہذیب		مولانا عبد الماجد دریا آبادیؒ	۱۴
" "	غلبہ والا کون؟		محمد کاظم ندوی	۱۷
تاریخ:	حادثۂ کربلا		مولانا عبد الحق چوہانؒ	۱۹
" "	نواسۂ رسول سیدنا حسین رضی اللہ عنہ		مولانا عبد الحق چوہانؒ	۲۱
سفر نامہ:	امارت اسلامیہ افغانستان ۔ مشاہدات و تاثرات		پروفیسر ابوالکلام خواجہ	۲۳
رد قادیانیت:	مرزا طاہر کی ہفوات اور ان کا جواب		مولانا محمد مغیرہ	۳۲
" "	ہاتھی کے دانت کھانے کے اور دکھانے کے اور		مولانا فقیر اللہ رحمانی	۳۹
حسن انتخاب:	اسلامی افغانستان اور ڈاکٹر جاوید اقبال			۴۴
شاعری:	نعت، نظم، سید کاشف گیلانی ۔ غزل، ثاقب چوہان			۴۵
حاصل مطالعہ:	جہانِ دانش		شیخ حبیب الرحمن بٹالوی	۴۷
" "	ضرورت احساس بیداری		مولانا عبد النعیم نعمانی	۵۱
افسانہ:	لوٹایا ہوا سوال		حامد سراج	۵۲
اخبار الاحرار:			ادارہ	۵۵
ترحیم:	مسافرانِ آخرت		ادارہ	۶۱

دل کی بات

قانون توہین رسالت میں ترمیم؟

......"کہ سنگ و خشت مقید ہیں اور سگ آزاد!"

پاکستان کی موجودہ فوجی حکومت، اقتدار کی پہلی شش ماہی مکمل کر چکی ہے۔ ان چھے ماہ میں تمام تر حکومتی اقدامات اور اعلانات کا مرکزی خیال اور محوری نقطہ "تبدیلی، تبدیلی ..... اور تبدیلی" چلا آرہا ہے۔ یہ "تبدیلی" کس سمت سے آئے گی، کس نام سے آئے گی اور کس قیمت پر آئے گی؟ ان باتوں کا پتا تبدیلی کے آثار سے چلتا ہے۔ وہ "آثار" جو گزشتہ چھے ماہ میں بتدریج نمایاں ہوئے ہیں، اور جنھیں بلا تکلف، آثارِ بد کہا جانا چاہیے۔

تازہ خبر یہ ہے کہ ۲۱۔اپریل (۲۰۰۰ء) کو اسلام آباد میں حقوق انسانی کے عنوان سے منعقد کیے گئے ایک کنونشن میں چیف ایگزیکٹو جنرل مشرف نے "حقوق انسانی پیکج" کا اعلان کیا ہے۔ اس پیکج کا اہم ترین حصہ یہ ہے کہ توہین رسالت کے الزام میں مقدمہ اب ڈپٹی کمشنر کی اجازت و ایماء سے درج ہوا کرے گا۔ اس بظاہر مختصر سی خبر کے باطن میں جو خبث، مخفی و پنہاں ہے وہ چھپائے نہیں چھپتا۔ ہاں یہ سچ ہے کہ "خبثِ باطن" کو دیر تک چھپایا نہیں جا سکتا۔ اور ہمارے ان نام نہاد حقوق انسانی کے، نام نہاد علم برداروں اور پاس داروں نے اس تازہ معاملے میں اخفاء و پوشیدگی کی کچھ زیادہ کوشش و کاوش بھی نہیں کی۔ اس لیے کہ

سیاں بھئے کوتوال، اب ڈر کا ہے کا؟

"کوتوالوں" کی موجودہ حکومت کو روزِ اول سے این جی اوز کی بیساکھیاں سہارے ہوئے ہیں۔ وہ کہ وطن دشمنی اور دین دشمنی جن کی ترجیحات اور وطن فروشی و دین فروشی جن کی روایات ہیں۔ بیسیوں پچاسوں چھوٹے چھوٹے گروہ، جو اصل میں سارے ایک ہیں، حکومت کو یرغمال بنائے ہوئے ہیں۔ ان "این جی اوز" (نان گورنمنٹل آرگنائزیشنز) کو ایک بہت بڑی "جی او" (گورنمنٹل آرگنائزیشن) کی بھرپور نصرت و اعانت اور سرپرستی و پشت پناہی حاصل ہے۔ ہماری مراد بیوروکریسی سے ہے۔ سول اور ملٹری بیوروکریسی سے! بیوروکریسی...... جو اس ملک میں سیاسی عدم استحکام، معاشی ناہمواری، گروہی و طبقاتی آویزش، تعلیمی و تہذیبی طبقاتیت اور تفرقاتی منافرت کے بیج گزشتہ باون سال سے مسلسل بو رہی ہے تاکہ ہم نسل در نسل، یہی فصلیں کاٹتے رہیں۔ بیوروکریسی کو یہ "تخم ریزی" کس نے سکھلائی؟ بد تخم سیاست دانوں نے۔ ہر بد تخم نے ہمیشہ یہی سمجھا اور یہی جانا ہے کہ اس کا بویا ہوا، کوئی اور کاٹے گا، اس کی دہکائی اور بھڑکائی ہوئی آگ میں کوئی اور جلے گا، اس کے بکھیرے ہوئے کانٹوں پر کوئی اور چلے گا۔ "کوئی اور"......... کوئی اور"..........! لیکن پتا اس وقت چلتا ہے جب سکندر مرزا کو ایوب خان، بھٹو کو ضیاء الحق اور نواز شریف کو پرویز مشرف کی صورت میں "کوئی اور" مل جاتا ہے۔ کاش کوئی اس بات کو سمجھے۔ "کوئی اور" نہیں...... تو جنرل مشرف ہی

یہ بات سمجھ پائیں۔ اے کاش وہ سنبھل جائیں۔ اس سے پہلے کہ فیصلے کی گھڑی آن پہنچے۔ اس سے پہلے کہ "کوئی اور" آن پہنچے۔ جی ہاں...... اس سے پہلے کہ اس ناپائیدار اقتدار کی ساری لذت اور ساری مہلت ختم ہو جائے۔ یکایک، یک لخت، یک بارگی، اچانک، دفعتہً اور ناگہاں! حذر اے چیرہ دستاں، حذر۔ فطرت کی تعزیریں بہت سخت ہیں۔

جنرل مشرف نے، مشرف باقتدار ہونے کے پانچ دن بعد جس سات نکاتی لائحہ عمل کا اعلان کیا تھا، وہ لائحہ عمل کہاں ہے؟ وہ جس میں کہا گیا تھا کہ اولاً قومی اعتماد اور مورال کی از سر نو تعمیر، ثانیاً وفاق کو مضبوط بنانا، صوبوں کے مابین رابطوں کو فروغ دینا اور قومی یکجہتی کی بحالی، ثالثاً معیشت کی بہتری کے لئے فوری اقدامات کرنا تاکہ سرمایہ کاروں کا اعتماد بحال ہو سکے، رابعاً قانون کی حاکمیت کو یقینی بنانا اور فوری انصاف کی ترسیل، خامساً قومی اداروں سے سیاست کا خاتمہ، سادساً اقتدار کی بنیادی سطح تک منتقلی تاکہ ملکی معاملات میں عوام کی شرکت کو یقینی بنایا جائے اور سابعاً فوری اور غیر جانب دار احتساب...... نئی حکومت کا ایجنڈا ہے۔ لیکن گزشتہ چھ ماہ میں اس ایجنڈے کے "الف" اور اس لائحہ عمل کے "لام" پر بھی عمل نہیں ہو سکا۔ ہاں "حیوانی حقوق" کی بحالی اور "حیوانی معاشرے" کی تشکیل کا کام زور پکڑتا جا رہا ہے۔ بولنے اور بھونکنے کی مکمل آزادی کا حق، حیوانی خیالات کی تشہیر، حیوانی جذبات کی تسکین اور حیوانی خواہشات کی تکمیل کا حق........ سنگ و خشت کو مقید کرنے، اور کتوں کو کھلا چھوڑ دینے کا حق، ملک کے ایک ایک حق دار اور مستحق "دوپائے" کو دیا جا رہا ہے۔ یہ مخلوقات ہمارے لیے نئی نہیں ہیں۔ ملک و ملت کے گرد منڈلاتے ہوئے کتنے ہی مردار خور گدھوں اور بھنبھناتی ہوئی غلاظت خور مکھیوں کو ہم پچھلے باون سال سے دیکھ رہے ہیں۔ لیکن ان کی آنکھوں میں اختیار کی چمک اور ان کے لہجوں میں اقتدار کی کھنک ہم پچھلے چھ ماہ سے دیکھ رہے ہیں۔ یقیناً یہ ایک "تبدیلی" ہے۔ وہ جو آج تک منمناتے اور ممیاتے تھے؛ اب ہنہنانے، رانبھنے، خوخیانے، بغبغانے، بھونکنے اور پھنکارنے بلکہ کاٹ کھانے کو اپنا "بنیادی حیوانی حق" باور کروا رہے ہیں۔ اس لیے نہیں کہ اُن کو ہنکارنے والے، باہر بیٹھ کر برابر ہنکار رہے ہیں بلکہ اس لیے کہ........ "سیاں بھئے کوتوال اب ڈر کاہے کا"!

جنرل پرویز مشرف صاحب! ہم آپ سے جمہوریت کی بحالی کی توقع رکھتے ہیں اور نہ اس کا مطالبہ کرتے ہیں، کہ یہ ملک و ملت کی نہیں سیاست دانوں کی ضرورت ہے۔ ہم آپ سے اسلام کے نفاذ کی توقع رکھتے ہیں اور نہ اس کا مطالبہ کرتے ہیں حالانکہ ملک و ملت کو صرف اور صرف اس کی ضرورت ہے۔ لیکن ہم جانتے ہیں کہ نفاذِ اسلام کے لیے مطالبے سے بڑھ کر بھی "کچھ" درکار ہوتا ہے۔ یہ "سب کچھ" ان لوگوں کے پاس ہوتا ہے جو اللہ سے اپنی جانوں کا سودا کر چکے ہوں، جو اللہ کی راہ میں "سب کچھ" کر گزرنے پر آمادہ ہوں اور جن کا ایمان "بنیاد پرست" اور "دہشت گرد" کی گالیاں سن کر، اپنے عقیدہ و عمل پر پختہ تر ہو جائے۔ جنرل صاحب! ہمیں معلوم ہے کہ یہ "سب کچھ" ہمیں آپ کے ہاں سے نہیں ملے گا، ہمیں خود فراہم کرنا

ہوگا۔ آپ سے تو صرف ایک گزارش ہے کہ "حیوانی حقوق" کے علم بردار این جی اوز کا ایجنڈا مت اپنائیے۔ اپنا سات نکاتی ایجنڈا "بحال" کیجیے۔ جی ہاں، آپ اسے بھول چکے ہیں۔ خود کو اپنے اسی ایجنڈے تک محدود رکھیے۔ ایک لمحہ کے لیے سوچیے کہ آپ کیا کہہ رہے ہیں، کیا کر رہے ہیں؟ آپ کہہ رہے ہیں کہ مخلوط طرز انتخاب بحال ہوگا۔ آپ کہہ رہے ہیں کہ عیسائی مشنریوں کو ان کے تعلیمی ادارے، سرکاری تحویل سے نکال کر، لوٹا دیے جائیں گے۔ آپ نے ٹیلی وژن کو بے لگام کر دیا ہے۔ آپ نے کیبل ٹی وی نیٹ ورک کو قانونی سرپرستی فراہم کردی ہے۔ یہ سب کیا ہے؟ اور اب تو آپ نے حد کر دی ہے۔ توہینِ رسالت کے مرتکب کسی بھی خبیث اور بد باطن، بدمعاش اور بدزبان، کتے سے زیادہ ناپاک شخص کے خلاف مقدمہ ڈپٹی کمشنر کی اجازت سے درج ہوگا؟ جنرل صاحب! کاش آپ سمجھتے کہ یہ حکم آپ کو کوئی فائدہ نہ دے سکے گا۔ ہاں ہاں، یہ حکم توہینِ رسالت کے کسی مرتکب، اس کے کسی سرپرست کو بھی فائدہ نہ دے سکے گا۔ البتہ نقصان ضرور ہوگا۔ پہلے سے بڑھ کر ہوگا۔ اس قوم میں سچے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کا کوئی ایک امتی تو ایسا ڈھونڈ لائیے، جس کے پاس گستاخِ رسول کی شکایت، ڈپٹی کمشنر صاحب بہادر تک پہنچانے کی "فرصت" موجود ہو۔

مسجد احرار چناب نگر (ربوہ) میں فری آئی کیمپ

200 مریضوں کا مفت علاج مریضوں کا مفت آپریشن

20، 21، مارچ 2000ء کو مسجد احرار چناب نگر میں غریب اور نادار مریضوں کی آنکھوں کے مفت علاج کیلئے فری آئی کیمپ لگایا گیا۔ اس کا اہتمام ہمارے کرم فرما محترم ڈاکٹر اخلاق احمد صاحب نے کیا۔ محترم ڈاکٹر صاحب اپنے عملہ کے ساتھ امیر احرار حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم کی خدمت میں تشریف لائے اور خدمت خلق کے جذبہ سے اپنی اس خواہش کا اظہار فرمایا کہ ہم غریب مسلمانوں کا مفت علاج کرنا چاہتے ہیں۔ یہ امر قابل ذکر ہے کہ محترم ڈاکٹر اخلاق احمد صاحب نے اس دو روزہ کیمپ میں ادویات اور علاج کے دیگر اخراجات خود برداشت کئے۔ کیمپ میں علاقہ بھر کے 200 مریضوں نے آنکھوں کا معائنہ کرایا اور مفت دوائی حاصل کی جبکہ 9 مریضوں کا کامیاب آپریشن کیا گیا۔ اس کیمپ کا آئندہ بھی اہتمام ہوا کرے گا اور غریب و نادار افراد کا مفت علاج کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ محترم ڈاکٹر اخلاق احمد صاحب اور ان کے معاون عملہ کو جزائے خیر عطا فرمائے (آمین)

محمدعمر فاروق

قراردادِ پاکستان و مقاصد پر عمل درآمد

پاکستان کو وجود میں آئے نصف صدی گزر چکی ہے۔ مگر پاکستان کے قیام کے حقیقی مقصد کو غیر ضروری تعبیرات و تشریحات کی موشگافیوں میں اتنا الجھادیا گیا ہے کہ نوجوان پود اس مخمصے میں مبتلا ہو کر رہ گئی ہے کہ برطانیہ سے آزادی اور علیحدہ مملکت کے قیام کا اصل نصب العین کیا تھا۔ کسی بھی قوم کو نفسیاتی طور پر پژمردہ کردینے کے لیے اس کنفیوزڈ اور فرسٹریٹڈ کردینا ہی کافی سمجھا جاتا ہے۔ اور ہمارے نظریاتی دشمن اپنی ان سازشوں کو کامیابی سے پروان چڑھتے ہوئے دیکھ رہے ہیں۔ نوجوان نسل ماضی سے برگشتہ، حال سے نالاں اور مستقبل سے مایوس ہوتی جارہی ہے۔ جس میں بڑا کردار ہمارے سیاسی گرگانِ باراں دیدہ کا ہے۔ جنھوں نے اپنے ذاتی مفاد و منفعت کے لیے سیاست، مذہب اور اخلاقیات کے نیلام بازار لگادیے۔ ایک ایک اصول اور ضابطہ پامال کیا گیا۔ جس سے دین و سیاست جیسے انسانی فلاح و ہدایت کے اداروں کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچا۔ نتیجتہً سیاسی لنگوروں کے حسب منشاء مذہب بے توقیر کردیا گیا اور سیاست شخصی مفادات کے حصول کا چور دروازہ بن کر رہ گئی۔ یہی وجہ ہے کہ دین و سیاست کا چولی دامن کا ساتھ علیحدہ علیحدہ خانوں میں بانٹ دیا گیا ہے۔ اسی تقسیم کی بدولت قوم کا نچلا طبقہ دین کی تعلیم حاصل کرتا ہے اور اپر کلاس کے فرزند اعلیٰ تعلیمی اداروں سے تربیت پانے کے بعد دینی علم کے ماہرین کو اچھوت سمجھنے لگتے ہیں۔ لہٰذا وہ اقتدار و سیاست میں کسی بھی دینی شخصیت کی شرکت پر پیچ و تاب کھاتے اور اسے طنز و تضحیک کا نشانہ بناتے ہیں۔ انجامِ کار نژادِ نو جدیدیت اور مغربیت سے مرعوب ہو کر قیامِ پاکستان کی حقیقی منشاء و مقصد سے دور ہوتی جارہی ہے اور ملک کا نظریاتی مستقبل مایوسیوں کے گرداب میں ہچکولے کھاتا محسوس ہوتا ہے۔

روزنامہ ''نوائے وقت'' کے مدیر اعلیٰ جناب مجید نظامی نے چند دن پہلے ''قرارداد مقاصد پس منظر اور جدید تقاضے'' کے عنوان پر خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ''ہم نے قرارداد مقاصد کو بھی سی ٹی بی ٹی بنالیا ہے۔ قرارداد مقاصد پاکستان اور اس کے آئین کی بنیاد ہے۔ اس پر عمل نہ کرنے کی ذمہ داری ہم سب پر ہے اور عمل نہ کرنے کی وجہ سے آج اس حشر کو پہنچے ہیں کہ اللہ کے عذاب کا شکار ہو چکے ہیں۔ مگر ہم اس بات کو تسلیم کرنے پر تیار نہیں ہیں''۔ جناب مجید نظامی کی یہ بات بالکل درست ہے کہ ''قرار داد مقاصد بھی سی ٹی بی ٹی کے مترادف ہو گئی ہے''۔ جسے درحقیقت بیرونی قوتوں کے لیے تفریحِ طبع کا سامان بنادیا گیا ہے۔ قرار داد مقاصد میں صراحتاً یہ قرار دیا گیا ہے کہ پاکستان کو اسلامی فلاحی مملکت بنایا جائے گا۔ مگر ہر مقتدر نے قوم کو پُرفریب نعرے ضرور دیے لیکن پاکستان فلاحی مملکت نہ بن سکا۔

پاکستان میں بحیثیت مجموعی اقتدار کا طویل دورانیہ مسلم لیگ ہی کے دور پر محیط رہا ہے۔ اور قرار داد

مقاصد کے عملی نفاذ سے روگردانی اور پہلو تہی کی ذمہ داری بھی سب سے زیادہ مسلم لیگ پر ہی عائد ہوتی ہے۔ جس نے پاکستان کے تخلیقی واساسی نظریے سے مجرمانہ غفلت اور عملاً انحراف کا ارتکاب کیا ہے۔ اندازہ کیجیے کہ پاکستان ایسی مسلم ریاست میں قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دلانے کے لیے دس ہزار بے گناہ مسلمانوں کو خواجہ ناظم الدین جیسے حافظ قرآن اور تہجد گزار لیگی حکمران کے ہاتھوں موت کا جام پینا پڑا۔ یہ الگ بات ہے کہ قدرت نے منکرین ختم نبوت کو ان کے انجام تک پہنچانے کا کام ذوالفقار علی بھٹو جیسے انسان سے لیا۔ (بھٹو کا یہ عمل ہی اس کی بخشش کے لیے کافی ہے۔) یہ ہماری بد قسمتی ہے کہ بانی پاکستان محمد علی جناح کے بعد پاکستان کو کوئی ایک بھی مخلص لیگی قائد میسر ہی نہیں آیا۔ جو ملک کو قائد کے عزم و ارادے کے مطابق اسلامی مملکت میں ڈھالتا۔ لیاقت علی خان سے لے کر جنرل ضیاء الحق مرحوم اور نواز شریف تک مسلم لیگ اکثر ادوار میں قوت حاکمہ رہی۔ مگر اسلام کو قوت حاکمہ نصیب نہ ہو سکی۔

جناب مجید نظامی سے بصد احترام عرض گزار ہوں کہ جب بھی ملک کا نظام بدلنے پر سنجیدگی کے ساتھ غور و فکر کی جو کوئی صورت پیش ہوئی تو "نوائے وقت" ہمیشہ آڑے آیا۔ "نوائے وقت" نے مسلسل اس موقف کا اعادہ کیا اور یہ موقف اس کے ادارتی صفحات پر اب بھی دہرایا جارہا ہے کہ "پاکستان کے نظام کی تبدیلی کی بجائے نظام کی اصلاح کی جائے۔ حالانکہ اس فرسودہ، ظالمانہ اور ناقابل اصلاح نظام کو بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکنا وقت کی ایک ناگزیر ضرورت بن چکی ہے۔ متبادل نظام کے لیے کسی بھی سوچ و بچار اور نئے قوانین و دساتیر کی ترتیب و تشکیل کی مطلقاً ضرورت باقی نہیں ہے۔ جیسا کہ بقول مجید نظامی "قائداعظم نے کہا تھا کہ ۱۴ سو سال پہلے آئین بن چکا ہے۔ لہذا اس کے بعد کوئی شک نہیں رہنا چاہیے۔" اسلام جب ایک مکمل دستورِ حیات ہے تو پھر اس میں اب کسی ازم کا جوڑ لگانا مخمل میں ٹاٹ کا پیوند لگانا ہے۔ اسلام کو کسی بھی دوسرے نظام کی بیساکھیوں کی ضرورت نہیں ہے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ جتنے بھی جدید مسائل پیدا ہوئے۔ ان تمام کا حل اسلامی امور کے ماہرین پیش کر چکے ہیں۔ ایوب دور کے ڈاکٹر فضل الرحمن اور بھٹو دور کے جسٹس (ر) آفتاب حسین کے ہر اعتراض پر اسلامی دستور کے ماہرین انہیں دلائل کے ساتھ مات دے چکے ہیں۔ علاوہ ازیں تمام مکاتب فکر کے جید علماء کے متفقہ مرتب کیے گئے ۲۲ نکات نفاذ اسلام کے لیے برسوں سے موجود ہیں۔ ضرورت صرف اسلام کے نفاذ و حاکمیت کی ہے۔ جس کا پاکستانی قوم ۱۹۴۷ء سے تادم تحریر انتظار کر رہی ہے۔

جناب مجید نظامی نے اپنی تقریر میں تحریکِ پاکستان کے کارکنوں کو مطعون کرتے ہوئے کہا ہے کہ "کارکنانِ تحریکِ پاکستان اس ملک کے مالک ضرور ہیں کہ انہوں نے پاکستان بنایا۔ مگر ان کا قصور یہ ہے کہ انہوں نے ملک ان کے سپرد کر دیا جو شریکِ سفر نہ تھے" نظامی صاحب نے مسلم لیگی رہنماؤں کی بجائے

بقیہ ۱۱ پر

مولانا زاہد الراشدی

وزیر داخلہ کے نام کھلا خط

گزارش ہے کہ گزشتہ روز ایک قومی اخبار نے آنجناب کے حوالہ سے خبر شائع کی ہے کہ "امریکہ کی طرف سے پاکستان کو دہشت گردی کی روک تھام کے لئے اقدامات کرنے کے بیان پر لندن میں اپنے رد عمل کا اظہار کرتے ہوئے وزیر داخلہ نے صحافیوں کو بتایا کہ انہوں نے طالبان کی حکومت پر واضح کر دیا ہے کہ وہ اپنی سر زمین پر موجود تمام تربیتی کیمپ بند کر دے جہاں پر پاکستان کے مختلف فرقوں سے تعلق رکھنے والے لوگ مسلح تربیت حاصل کرتے ہیں" معین الدین حیدر نے کہا کہ "انہوں نے سپاہ صحابہ اور سپاہ محمد پر بھی واضح کر دیا ہے کہ وہ فرقہ وارانہ قتل و غارت گری بند کر دیں اور اگر انہوں نے ایسا نہیں کیا تو حکومت ان کے خلاف سختی سے نمٹے گی"

میں اس سلسلہ میں آنجناب کی توجہ چند حقائق کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں امید ہے کہ آپ ان پر سنجیدگی کے ساتھ غور فرمائیں گے۔

افغانستان میں موجود عسکری ٹریننگ کے کیمپوں اور طالبان کی اسلامی حکومت کے بارے میں ایک عرصہ سے عالمی سطح پر اس تاثر کو اجاگر کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے کہ ان کیمپوں میں دہشت گردی کی تربیت دی جا رہی ہے اور طالبان حکومت اس دہشت گردی کی سرپرستی کر رہی ہے اس کے ساتھ ہی پاکستان میں سنی شیعہ کشمکش اور باہمی قتل و غارت کے عنصر کو شامل کر کے اس تاثر کو یہ رخ دیا جا رہا ہے کہ پاکستان میں فرقہ وارانہ قتل و غارت کرنے والے سب لوگ انہی کیمپوں میں تربیت پاتے ہیں۔ اس لئے پاکستان میں فرقہ وارانہ امن کے قیام کے لئے یہ ضروری ہے کہ افغانستان کے ان جہادی تربیتی مراکز کو بند کر دیا جائے۔

یہ تاثر انتہائی گمراہ کن ہے جو مغربی میڈیا اور مغرب کی سیکولر لابیاں منظم طور پر پھیلا رہی ہیں اور امریکہ اس میں قائدانہ کردار ادا کر رہا ہے۔ جس نے جنوبی ایشیا میں اپنے استحصالی اور استعمار پسندانہ عزائم کو بروئے کار لانے کے لئے یہ تکنیک اختیار کی ہے اور میں آنجناب سے بڑی صفائی کے ساتھ یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ حالات کا اصل منظر یہ نہیں ہے جو ورلڈ میڈیا کے ذریعہ پیش کیا جا رہا ہے اور آپ جیسے سنجیدہ حضرات نے بھی اگر اس کی تائید شروع کر دی ہے تو اس سے یہی سمجھا جا سکتا ہے کہ امریکہ جنوبی اور وسطی ایشیا کے حوالہ سے اپنے طے شدہ ایجنڈے کے لئے اس خطہ کے حکمران گروہوں کو اپنے ڈھب پر لانے میں کامیاب ہو گیا ہے اور جنوبی ایشیا کے دورہ سے صدر کلنٹن کے خالی ہاتھ واپس جانے کا تاثر امریکی ذرائع ابلاغ کی طرف سے طے شدہ پالیسی کے تحت اندرون خانہ طے ہونے والے معاملات پر پردہ ڈالنے کے لئے دیا جا رہا ہے۔

جناب والا! امریکہ اس خطہ میں جو کچھ چاہتا ہے وہ یقیناً آپ سے مخفی نہیں ہوگا میں یاد دہانی کے طور پر بعض اہم امور کا ذکر اس عریضہ میں مناسب سمجھتا ہوں۔ امارت اسلامی افغانستان کی حکومت نے مغربی ثقافت اور اقوام متحدہ منشور کو نظر انداز کرتے ہوئے قرآن و سنت اور فقہ اسلامی کی بنیاد پر خالص اسلامی نظام کے مکمل نفاذ کا جو عزم کر رکھا ہے وہ امریکہ کے لئے قابل قبول نہیں ہے اور امریکہ طالبان پر دباؤ ڈال کر انہیں ''وسیع البنیاد حکومت'' کے نام پر ایک ایسی مشترکہ حکومت کا حصہ بننے پر مجبور کرنا چاہتا ہے جو دنیا کی بہت سی دیگر مسلم حکومتوں کی طرح اسلام اسلام کا راگ تو الاپتی رہے مگر افغانستان میں اقوام متحدہ کے منشور کے نفاذ اور مغربی ثقافت اور کلچر کے فروغ میں رکاوٹ نہ بنے۔

اس خطہ کی معیشت پر پہلے سے حاصل بالادستی کو امریکہ ''آزادانہ تجارت اور ملٹی نیشنل کمپنیوں کے ذریعہ مکمل اجارہ داری اور کنٹرول میں تبدیل کرنا چاہتا ہے اور چین سمیت کسی بھی دوسری قوت کے اس میں در آنے کے امکانات کو مکمل طور پر ختم کر دینا چاہتا ہے۔

امریکہ چین کے خلاف بھارت کی سربراہی میں متحدہ محاذ کے قیام میں اسلامی جمہوریہ پاکستان اور امارت اسلامی افغانستان کو رکاوٹ سمجھتا ہے اور ان رکاوٹوں کو اس قدر کمزور کر دینا چاہتا ہے کہ وہ امریکہ یا بھارت کے کسی بھی اقدام کی راہ میں کسی درجہ میں بھی حائل نہ ہو سکیں۔

امریکہ اور بھارت کو مشترکہ طور پر تکلیف یہ ہے کہ مقبوضہ کشمیر میں بھارت کی مسلح افواج کے خلاف جو مجاہدین سالہا سال سے نبرد آزما ہیں اور جن کی جدوجہد اور قربانیوں کی وجہ سے مسئلہ کشمیر ایک بار پھر عالمی ایجنڈے میں اہمیت اختیار کرتا جا رہا ہے ان مجاہدین نے افغانستان کے انہی تربیتی مراکز میں ٹریننگ حاصل کی ہے اور ان تربیتی مراکز کو بند کرائے بغیر کشمیری مجاہدین کی سپلائی لائن کو کاٹا نہیں جا سکتا اور نہ ہی مسئلہ کشمیر کی اہمیت کو کم کیا جا سکتا ہے۔

امریکہ کو یہ بھی تکلیف ہے کہ افغانستان میں جو تربیتی مراکز خود اس کے تعاون سے قائم ہوئے تھے اور جن مراکز نے افغان قوم کو روسی افواج کے مقابلہ میں صف آراء کر کے سوویت یونین کو شکست و ریخت سے دوچار کر دیا تھا ان کے مراکز سے دنیا بھر کے دیگر مسلم مجاہدین نے بھی عسکری تربیت حاصل کر لی ہے اور بوسنیا، کوسوو، فلسطین، کشمیر، چیچنیا، مورو، اراکان اور صومالیہ وغیرہ میں اسلام کی سربلندی کے نام سے صف آراء ہو چکے ہیں جس سے مسلم دنیا میں ''جہاد'' کا وہ عمل اور جذبہ ایک بار پھر عالمی سطح پر منظم ہو رہا ہے جسے ختم کرنے کے لئے مغربی طاقتیں دو صدیوں سے اپنے تمام وسائل کے ساتھ مصروف کار رہی ہیں مگر ان کی تمام تر کوششوں کے باوجود فلسطین سے انڈونیشیا تک اور چیچنیا سے صومالیہ تک پوری دنیائے اسلام میں پھر سے جہاد کے نعرے پورے جوش و خروش کے ساتھ گونج رہے ہیں اور اسی وجہ سے امریکہ افغانستان کے ان تربیتی مراکز کو جلد از جلد بند کرانے کے لئے بے چین ہے۔

جناب وزیر داخلہ! جہاں تک پاکستان میں سنی شیعہ کشیدگی میں اضافہ اور فرقہ وارانہ قتل و غارت گری کا تعلق ہے یہ بلاشبہ انتہائی افسوسناک بلکہ شرمناک ہے اور اس کی روک تھام کے لئے حکومت پاکستان اور تمام تر قومی حلقوں کو سنجیدگی کے ساتھ پیش رفت کرنی چاہیے لیکن اس فرقہ وارانہ قتل و غارت کا ذمہ دار افغانستان کے تربیتی کیمپوں کو ٹھہرانا اور اس کی آڑ میں طالبان حکومت سے ان مراکز کی بندش کا مطالبہ کرنا سراسر ناانصافی اور ظلم ہے۔

مجھے اس سے انکار نہیں ہے کہ ان کیمپوں سے تربیت حاصل کرنے والے کچھ افراد پاکستان میں فرقہ وارانہ قتل و غارت میں ملوث ہوئے ہوں گے، لیکن یہ ہر ادارے میں ہوتا ہے۔ آنجناب محسوس نہ فرمائیں تو اگر پاکستان کی جیلوں اور مقدمات کے ریکارڈ کا اس نقطہ نظر سے جائزہ لے لیا جائے کہ ملک بھر میں قتل و غارت کرنے والے افراد نے اسلحہ چلانے کی ٹریننگ کہاں کہاں حاصل کی ہے؟ تو ان میں یقیناً ایسے افراد نکل آئیں گے جنہوں نے اسلحہ کی ٹریننگ پاک فوج اور پولیس کے تربیتی مراکز میں حاصل کی ہوگی لیکن کوئی بھی باہوش شخص محض اس بنا پر پاک فوج اور پولیس کے تربیتی مراکز کو ملک میں بدامنی اور قتل کا ذمہ دار قرار نہیں دے گا اس لئے کہ چند افراد کا انفرادی کارروائیوں کو اداروں اور مراکز کے کھاتے میں نہیں ڈالا جاتا اس طرح افغانستان کے تربیتی مراکز کو بھی پاکستان میں فرقہ وارانہ قتل و غارت کا باعث اور ذمہ دار قرار دینا قرین انصاف نہیں ہے۔

پاکستان میں سنی شیعہ کشیدگی میں اضافہ اور فرقہ وارانہ قتل و غارت کے اصل عوامل اور سرچشمے کچھ اور ہیں اور اگر آپ ان اسباب و عوامل کی نشاندہی اور سدباب میں سنجیدہ ہیں تو میں آپکو دعوت دیتا ہوں کہ سپریم کورٹ کے جج کی سربراہی میں اعلیٰ سطحی عدالتی کمیشن قائم کیا جائے جو آزادانہ انکوائری کے ذریعہ سنی شیعہ کشیدگی میں اضافہ کے اسباب و عوامل اور فرقہ وارانہ قتل و غارت کے سرچشموں کی نشاندہی کرے اور میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اس آزادانہ اعلیٰ سطحی عدالتی انکوائری کے ذریعہ پاکستان میں فرقہ وارانہ قتل و غارت کے فروغ میں افغانستان کے تربیتی مراکز کا کوئی کردار سامنے آیا تو اس کے سدباب اور روک تھام کے لئے ملک کے دینی حلقے آپ کے ساتھ بھرپور تعاون کریں گے لیکن محض امریکی رپورٹوں کی بنیاد پر افغانستان کے تربیتی مراکز کو پاکستان میں فرقہ وارانہ قتل و غارت کا ذمہ دار قرار دے کر ان کی بندش کے لئے طالبان حکومت پر کسی بھی قسم کے دباؤ کی پالیسی کو ہم "جہاد" کے خلاف امریکی مہم کا حصہ سمجھتے ہیں اور اس کی کسی درجہ میں تائید کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔

جناب معین الدین حیدر! میں آپ کو چیف ایگزیکٹو جنرل مشرف کے وہ ریمارکس یاد دلانا چاہتا ہوں جو انہوں نے جنوری 2000ء کے وسط میں امریکی سینیٹروں کے دورہ پاکستان کے موقع پر ان سے گفتگو کے دوران دیئے تھے اور جنہیں ایک قومی اخبار نے ان الفاظ میں رپورٹ کیا تھا کہ "چیف ایگزیکٹو جنرل مشرف

نے امریکی سینیٹروں کے وفد کو دو ٹوک الفاظ میں بتا دیا ہے کہ پاکستان جہادی تنظیموں پر پابندی نہیں لگا سکتا اور نہ ہی مسلمانوں کو جہاد سے روکا جا سکتا ہے جیسے روس کے خلاف جہاد کو نہیں روکا جا سکتا تھا۔ اعلیٰ عسکری ذرائع کے مطابق جنرل مشرف نے امریکی سینیٹروں پر یہ بھی واضح کر دیا ہے کہ جہاد مسلمانوں کا مذہبی فریضہ ہے۔ امریکہ کو دہشت گردی اور جہاد میں بنیادی فرق کو سمجھنا ہوگا۔ ان اعلیٰ عسکری ذرائع کے بقول جنرل مشرف نے امریکی سینیٹروں کو بتایا کہ پاکستان نے دہشت گردی اور ہائی جیکنگ کی ہمیشہ مذمت کی ہے اور کرتا رہے گا تاہم جہاں تک جہاد کا تعلق ہے یہ اسلامی تعلیمات کا حصہ ہے۔ دنیا میں مسلمان جہاں بھی جہاد کرتے ہیں وہ دراصل اپنا مذہبی فریضہ نبھاتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ جہادی تنظیمیں صرف پاکستان میں ہی نہیں بلکہ دنیا کے مختلف ممالک میں سرگرم عمل ہیں اور یہ تنظیمیں کشمیر ہو یا چیچنیا جہاں بھی جہاد کر رہی ہیں اسے روکا نہیں جا سکتا"۔

جناب وزیر داخلہ! جہاد اور دہشت گردی کے حوالہ سے ہمارا موقف بھی یہی ہے اور ہم اس پر بدستور قائم ہیں۔ دہشت گردی کے خلاف آپ کے ہر منصفانہ اقدام کی حمایت کریں گے مگر دہشت گردی کے خلاف کارروائی کے نام پر جہاد کے عمل، جہادی تحریکات اور جہادی تربیتی مراکز کے خلاف کسی بھی قسم کی کارروائی پاکستان کے دینی حلقوں کے لئے قطعی طور پر قابل قبول نہیں ہوگی۔ امید ہے کہ آنجناب بھی اپنی پالیسی ترجیحات میں "جہاد" اور "دہشت گردی" کے اس بنیادی فرق کو ملحوظ رکھ کر حقیقت پسندی کا مظاہرہ کریں گے۔ (مطبوعہ روزنامہ اوصاف اسلام آباد۔ ۱۸۔ اپریل ۲۰۰۰ء)

بقیہ از ص 7

صرف کارکنوں کو موردِ الزام ٹھہرایا ہے۔ حالانکہ مجرم تو وہ لیڈر تھے جنہوں نے نظریہ پاکستان کے ساتھ بے وفائی کی۔ کارکن تو لیڈر کے اشارے پر چلا کرتے ہیں اور دوسری جانب نگاہ کیجیے تو یہ واضح ہو جاتا ہے کہ "نوائے وقت" میں ان لوگوں پر آج بھی نیش زنی کی جاتی ہے۔ جنہوں نے تحریک پاکستان کے دوران کسی بھی مرحلے پر مسلم لیگ کے موقف سے دیانت دارانہ سیاسی اختلاف تو کیا۔ لیکن پاکستان بننے کے بعد پاکستان کو جی جان سے تسلیم بھی کر لیا تھا اور مرتے دم تک ان کی زندگی کا ہر لمحہ پاکستان کی سلامتی اور وقار کے تحفظ اور قوم کی خدمت گزاری میں بسر ہوا۔ آج بھی "نوائے وقت" کے صفحے کے صفحے مرحومین کے سابقہ سیاسی موقف پر ان کی کردار کشی کے لیے سیاہ کیے جاتے ہیں اور ان لوگوں کو ہیرو بنا کر پیش کیا جاتا ہے جنہوں نے قوم کے مسیحا کو زیارت کے مقام پر بے موت مرنے کے لیے بے یار و مددگار چھوڑ دیا تھا۔ جب تک ان کاغذی شیروں اور قائد کے بقول کھوٹے سکوں کی اصلیت کا پردہ چاک نہیں کیا جائے گا غریب کارکن اسی طرح دھکے کھاتے اور طعنے سنتے رہیں گے۔ رہنما خود امیر المومنین اور قائد اعظم ثانی کہلاتے رہیں گے۔ لیکن پاکستان کو کبھی اسلامک ویلفیئر سٹیٹ نہ بننے دیں گے۔

مولانا عبدالحق چوحان رحمہ اللہ

اسلام اور مزدور

اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کو جس امتیازی فطرت سے تخلیق کیا ہے اس کا تقاضا یہ ہے کہ وہ اپنے اقتصادی اور معاشی ضروریات کی تکمیل کے لئے ہم نوع افراد کا محتاج ہو اور اسی احتیاج اور باہمی ضرورت میں ہر دو فریق کے منافع مربوط اور موقوف ہوتے ہیں۔ اجیر اگر اجر کا محتاج ہے تو آجر بھی اجیر کے احتیاج سے مستثنیٰ نہیں ہو سکتا۔ اس لئے کہ آجر کی دولت میں جب تک اجیر کی محنت اور اس کے پسینہ کی آمیزش نہ کی جائے اس وقت تک اس کی دولت میں اضافہ کا تصور ناممکن ہے اگر ایک آدمی کے پاس سرمایہ کا ذخیرہ مجتمع ہے تو انسانی ہمدردی اور فطرت کا تقاضا ہے کہ اس سرمایہ کی منفعت کو وسعت دیکر زیادہ سے زیادہ افراد انسانی کو اس سے نفع اندوز ہونے کا موقع فراہم کیا جائے اسلام کے معاشی نقطۂ نظر سے سرمایہ سے حصول منفعت کی مختلف صورتیں ہیں ایک تو یہ کہ شرعی احکام کے مطابق سرمایہ کی ایک خاص مقدار پر اس سے زکوٰۃ کی ادائیگی فرض قرار دے دی گئی اس کے مصارف میں اپاہج اور کسب و الکتاب سے معذور افراد شامل ہیں زکوٰۃ چونکہ ایک عبادت ہے اس لئے شرعی احکام کا فرض شناس انسان خود ہی رضا کارانہ طور پر اس کی ادائیگی کا اہتمام کرتا ہے اور شرعی قانون محاصل کے اعتبار سے متمول افراد پر لازم ہے کہ وہ نادار اور عاجز لوگوں کی ضروریات زندگی کی فراہمی میں انکا تعاون کریں اگر وہ اس فرض کی ادائیگی میں کاہل سستی کریں تو اسلامی ریاست انکا مواخذہ کرنیکی مجاز ہے۔ اسلامی تعلیمات کے مطابق دولت کا انجماد اور ارتکاز ناجائز ہے اس لئے جس شخص کے پاس دولت ہو اس پر لازم ہے کہ وہ اس دولت کو گردش میں لا کر بنی نوع انسان کے لئے منافع حاصل کرنے کے مواقع فراہم کرے اور گردش دولت کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ اس کو کاروبار میں صرف کیا جائے خواہ وہ تجارت ہو یا صنعت و حرفت کے مراکز ہوں یہ مراکز افراد انسانی کے دو طبقات پر مشتمل ہوتے ہیں معاشی نظام کی اصلاح کے مطابق کام کرنے والے افراد کو اجیر کے لفظ سے تعبیر کیا جاتا ہے اور کام دینے والے افراد کو آجر کے لفظ سے تعبیر کیا جاتا ہے آجر اور اجیر کے باہمی روابط اور تعلق کی بنا پر جو معاشرہ تشکیل پذیر ہوتا ہے انسانی ذہن کی اختراع کردہ نظام معیشت نے ان افراد کے درمیان جس طرح باہمی تعلق کی نوعیت کا جو تصور پیش کیا ہے وہ یہ ہے کہ آجر اور اجیر دو مختلف طبقے ہیں ان میں سے اجیر کا تعلق معاشرہ کے اس طبقہ سے ہے جو کہ قعر مذلت میں ڈوبا ہوا ہے اور آجر کا تعلق معاشرہ کے اس طبقہ سے ہے جو کہ سرمایہ کی بنیاد پر اوج ثریا کی مقام رفعت پر جلوہ افروز ہے اور ان کے درمیان یہ طبقاتی تقسیم ایک حدِ فاصل ہے اور اس تقسیم کے باعث آجر اور اجیر کے درمیان ہمیشہ نفرت و عداوت کی نہ بجھنے والی آگ کی چنگاری سلگتی رہتی ہے لیکن اس نے معاشی طور پر باہمی روابط اور تعلق کا جو تصور پیش کیا ہے وہ اس تصور کے بالکل ہی خلاف ہے اسلام کے نظریہ معاشرہ کے مطابق آجر اور اجیر ایک دوسرے کے بھائی

ہیں ان کے درمیان اس معاشرتی تفاوت کا تصور ہی نہیں جسکی وجہ سے عداوت اور نفرت کے جذبات کی نشوو نما ہو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے "لاریب" تمہارے خادم تمہارے بھائی ہیں حق تعالیٰ نے ان کو تمہارے ماتحت کر دیا ہے سو جس کے بھائی ہیں اس کے ماتحت اسے چاہو کہ جو خود کھاتا ہے اسے بھی کھلائے اور جو خود پہنتا ہے اسے بھی پہنائے اور تم ان پر اتنا کام نہ لادو جو ان کو مغلوب کر دے اور اگر ان سے زائد کام کرو تو ان کی امداد کرو ایک دوسری حدیث میں ہے کہ

"جب تم میں سے کسی کا خادم اپنے آقا کے لئے کھانا تیار کر لے پھر تیار کھانا آقا کے پاس لیکر آئے دوران کھانا پکانے میں اس کے دھوئیں اور گرمی کی مشقت کو اس خادم نے برداشت کیا ہو تو چاہئے کہ وہ مالک اسے اپنے ساتھ بٹھائے اور کھانا کھلائے"

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ان فرامین سے جن احکام کا استخراج ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ محنت کشوں سے بطور اجیر کام لینے والوں کیلئے لازم ہے کہ وہ تمام مزدوروں کو اسلامی اخوت مساوات کے مطابق اپنا برابر کا بھائی سمجھیں یعنی دونوں کے تعلقات ہر چیز میں اسی نوعیت کے ہوں جیسے بھائی کے بھائی سے ہوتے ہیں اور کم از کم خوراک لباس رہائش تمام معاشی حالت اور بہتر کا کردگی میں آجروں اور اجیروں دونوں کی معاشی سطح برابر ہو آجر اور اجیر کی اس بھائی چارے کے تصور بغیر اسلام کے کسی نظام معیشت میں موجود نہیں اور اگر مزدور سے کسی قسم کی کوئی غلطی ہو جائے تو اس کے متعلق بھی آپ کا فرمان ہے کہ مزدور کو ان کی مزدوری اس کا ٹپکتا ہوا پسینہ خشک ہونے سے پہلے ادا کرو۔ جب تک معاشرہ کی تکمیل اسی اخوت اور مساوات کی بنیاد پر قائم نہ کی جائی اس وقت تک آئے دن کے یہ ہنگامے اور جلوس کی یہ ہڑتالیں اور طبقاتی کشمکش کے بھڑکتے ہوئے یہ شعلے کبھی ختم نہیں ہو سکتے۔

مزدوروں کا دن

اعجاز رحمانی

یہ جو شکاگو کا قصہ ہے
ذکر ہے کچھ مجبوروں کا
نام ہے یوم خندق جس کا
دن ہے وہی مزدوروں کا
سب سے بڑے انسان نے جس دن
پیٹ پر پتھر باندھے تھے
سر نیچا اس روز ہوا تھا
دنیا کے مغروروں کا !

مولانا عبدالماجد دریا بادی

اسلامی تہذیب

اسلام محض ظاہری اعمال کے مجموعہ کا نام نہیں۔ بلاشبہ قانون اور اسلام میں اعمال کو بہت اہم درجہ حاصل ہے۔ فقہ کے سارے دفتر اعمال ہی کے قاعدوں اور ضابطوں سے بھرے ہوئے ہیں۔ حدیث و قرآن میں بھی عبادات و معاملات کو ٹھیک طرح انجام دینے کی بڑی سخت تاکید آئی ہے۔ لیکن عمل سے بھی بڑھ کر ایک اور شے ہے۔ اور اس کا نام "عقیدہ" ہے۔ کلام مجید میں جہاں جہاں "عملوا الصالحات" آیا ہے وہاں ہر جگہ "آمنو" کو اس مقام پر رکھا ہر حسن عمل کی جڑ ایمان کی صحیح ہے۔ اگر عقیدہ درست نہیں اور ایمان صحیح نہیں تو بڑی سے بڑی نیکی اور بہتر سے بہتر عمل بھی قرآن کی زبان میں "تحبط" یعنی برباد، رائیگاں اور اکارت جانے کا مستحق ہے۔

جسم پر زخم قاتل اور ڈاکو بھی لگاتا ہے اور ڈاکٹر اور جراح بھی۔ عمل دونوں کا بالکل یکساں ہے۔ باوجود اس کے ایک کو ہم اپنا دشمن سمجھتے ہیں اور دوسرے کو دوست، تکلیف جس قسم اور جس درجہ کی، اجنبیوں اور بیگانوں کے ہاتھ سے پہنچتی ہے۔ بعض اوقات ٹھیک اسی قسم اور اسی درجہ کی، اپنے شفیق والدین اور مہربان استاد کے ہاتھ سے پہنچتی ہے۔ عمل دونوں کی صورتوں میں بالکل ایک ہے۔ مگر پھر یہ کیا ہے کہ ایک سے ہم سخت بدلہ لینا چاہتے ہیں اور دوسرے کے شکر گزار ہوتے ہیں۔ روزمرہ کی ان مثالوں سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ ہر عمل اپنی ظاہری صورت کے ساتھ ایک اندرونی حقیقت بھی رکھتا ہے۔ اور نیکی و بدی اچھائی اور برائی کا حکم جو کچھ لگایا جاتا ہے۔ وہ عمل کی ظاہری صورت پر نہیں۔ بلکہ اس کی اندرونی حقیقت پر ہوتا ہے۔

دین فطرت نے آئین فطرت کے بالکل موافق، اصلی زور اسی اندرونی حقیقت پر دیا ہے۔ اعمال کی ظاہری صورت کو نظر انداز نہیں کیا ہے۔ ایک خاص درجہ اس کا بھی رکھا ہے۔ لیکن سب سے اہمیت اس نے ہر عمل کی اندرونی حقیقت کو دی ہے۔ اس حقیقت کا تعلق انسان کے اعضائے ظاہری سے نہیں۔ بلکہ اس کے قلب، اس کی نیت، اس کے ارادہ سے ہے فلسفی اپنی اصطلاح میں اس شے کو "محرک عمل" کہتے ہیں۔ قرآن مجید میں اسکا نام "ایمان" ہے۔ اگر ایمان درست نہیں تو بہتر سے بہتر عمل برباد اور بڑی سے بڑی نیکی رائیگاں ہے۔ خیرات مومن بھی کرتے ہیں اور کافر بھی۔ ایثار سے یہ بھی کام لیتے ہیں اور وہ بھی باوجود اسکے ایک کے عمل مقبول رہتے ہیں۔ دوسرے کے مردود یہ کوئی ناانصافی نہیں عین انصاف ہے۔ عمل کی مثال چلنے کی ہے اور ایمان بمنزلہ مقصود کی شناخت اور راہ کی پہچان کے ہیں اگر مسافر نے راہ ٹھیک پہچان لی

ہے تو گو رفتار کتنی ہی سست ہو بہرحال کبھی نہ کبھی منزل تک پہنچ جائے گا۔ یا کم از کم یہ کہ روز بروز اسکے قریب ہوتا جائے گا۔ لیکن اگر سرے سے راہ بھولا ہوا ہے اگر غلط سمت میں چل رہا تو جس قدر چلنے میں ہمت و مستعدی دکھائے گا۔ اس قدر منزل سے دور اور بیگانہ ہوتا جائے گا۔ اور تیز رفتاری و گرم روی اسکے حق میں بجائے رحمت کے وبال جان ثابت ہوگی۔

موجودات میں حقیقت اصلی صرف ایک ہے اللہ، خدا، رب، خالق سب اسی ایک حقیقت اصلی کے نام ہیں۔ انسان کا کام اسی کو جاننا اور اپنی بساط کے موافق پہچاننا ہے۔ مسافر ہستی کا کام اسی منزل تک پہنچنا ہے۔ عدم سے وجود میں آنے اور وجود سے عدم کی طرف واپس جانے غیب سے مشہود میں ظاہر ہونے اور شہود سے غیب میں جانے کی غایت صرف اس قدر ہے کہ اسی مطلوب کی تلاش کی جائے۔ اسی کھوئی ہوئی دولت کو حاصل کیا جائے اور اسی منزل تک پہنچا جائے۔ اس کا نام ایمان ہے۔ اسی کو دولت اسلام کہتے ہیں۔ نماز، روزہ، زکوۃ وغیرہ جتنے فرائض انسان پر عائد کئے گئے ہیں۔ سب اسی منزل تک پہنچنے کے راستے اور طریقے ہیں۔ سب اسی مطلوب کے حصول کے وسیلے ہیں یہ مقصود حقیقی اگر صفائی اور مضبوطی کے ساتھ پیش نظر ہے تو ہر عبادت میں لذت محسوس ہوگی۔ ہر حکم و پابندی شریعت ایک خاص معنی و مفہوم رکھے گی اور اگر یہ احساس مقصود سرے سے غائب یا کمزور ہے تو اسی نسبت سے ہر عبادت بار خاطر معلوم ہوگی۔ ہر حکم بے معنی ہوگا۔ خود اپنا نظم زندگی بے ربط نظر آئے گا۔ اور شک و شبہ بے قناعتی اور بے اطمینانی کی چبھن اسی دنیا کی زندگی کو نمونہ دوزخ بنادے گی۔......... الابذکراللہ تطمئن القلوب۔ دلوں میں راحت، سکون اطمینان یکسوئی قائم رکھنے والی شے صرف یہ ہے کہ اس حقیقت اصلی پر نظر رہے۔ اگر یہ نہیں تو ہر طرف تاریکی ہی تاریکی ہے اور پھر اندھیرے کی گھبراہٹیں ہیں۔ اور بدحواسیاں، ٹھوکریں ہیں۔ اور پریشانیاں مسلم کا کام یہ نہ ہونا چاہیئے کہ محض ضابطہ پری کے لئے چند اعمال کو انجام دے خواہ وہ اعمال کتنے ہی اعلیٰ و پسندیدہ ہوں۔ بلکہ اعمال کو اصلی مقصد اور صحیح غرض کے ساتھ انجام دینا چاہیئے۔ اور وہ مقصد و غرض رضائے الٰہی اور صرف رضائے الٰہی ہے۔ عبادتیں آج ہم سے گو چھوٹتی جاتی ہیں تاہم اب بھی مسلمانوں کی ایک اچھی خاصی تعداد پابند نکلے گی۔ نماز پڑھنے والوں کی روزہ رکھنے والوں کی آبادی گو بہت گھٹ گئی ہے۔ تاہم ابھی اس درجہ تک نہیں پہنچی ہے کہ اس پر معدوم یا تقریباً معدوم ہونے کا حکم لگا دیا جائے۔ البتہ جو شے اس زمانہ میں عنقا ہو گئی ہے وہ ایمان کی پختگی، نیت کا خلوص، اور ارادہ کی للہیت ہے۔ آج ہم کسی کار خیر میں چندہ دیتے ہیں تو اس لئے کہ چندہ کا اعلان ہو۔ ہماری ناموری ہو۔ اور فلاں فلاں اشخاص سے شکریہ حاصل کریں۔ آج ہم مسجد بنواتے ہیں تو اس لئے کہ خلق میں ہماری ناموری ہو اور مسجد ہماری مسجد کے نام سے مشہور ہو کلمہ حق بھی کبھی ہماری زبان سے نکلتا ہے۔ مگر وہ بھی اس لئے کہ تحسین کا خلعت اور داد کا صلہ ہاتھ آئے۔ ایسی صورت میں اگر ہمارے اعمال کی برکت اٹھ گئی ہے اگر ہم اپنے حسن عمل کا نتیجہ اس دنیا میں نہیں دیکھتے

تو یہ حیرت کی کوئی بات نہیں۔ کاغذ کے پھولوں کی صنعت و خوشنمائی کی داد پوری طرح دی جاسکتی ہے۔ پر چمن کے قدرتی پھولوں کی مہک اور شادابی تو ان میں آنہیں سکتی۔ پتھر کی مورت انسان کے خدو خال کی نقل اتار سکتی ہے۔ لیکن خون کی گرمی اور زندگی کی سانس کہاں سے لاسکتی ہے؟

حقیقت اصلیہ کے جتنے بعید پر تو قدرت کاملہ کے جتنے ادنیٰ نمونے وجود مطلق کے جتنے تحتانی مظاہر موجود ہے۔ وہ سب کے سب مظہر فوقانی تعین اول کے آئینہ بردار، اس کے راز کے امانت دار انسان کے لئے خلق ہوئے ہیں۔ ....(سخر لکم ما فی الارض جمیعا) چرند پرند جمادات و نباتات آب و خاک سب کی آفرینش انسان ہی کے لئے ہوتی ہے۔ لیکن خود انسان نہ اس کے لئے ہے اور نہ اپنے لئے بلکہ وہ تمام تر اسی حقیقت اصلیہ اسی وجود مطلق کے لئے ہے اور یہیں سے کفر و ایمان کی حدیں جدا ہو جاتی ہیں۔ کافر اس دھوکہ میں پڑ جاتا ہے کہ سارا سازوسامان یہ پر تکلف نگارخانہ اسکی ملک و تصرف میں ہے مومن کی نظر منزل مقصود پر ہے وہ راستہ کی دلفریبیوں میں پھنس کر ادھر سے غافل نہیں ہو جاتا۔ وہ متاع الدنیا قلیل۔ کی بھول بھلیاں میں پڑ کر راستہ نہیں گم کر دیتا۔ اس کا یہ عقیدہ قائم رہتا ہے کہ وہ دنیا میں کوئی اپنی ذاتی ہستی کوئی اپنا مستقل وجود لے کر آیا ہی نہیں بلکہ محض خلیفہ نائب گماشتہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس کا سونا جاگنا چلنا پھرنا کھانا پینا رونا ہنسنا اسکی دوستی و دشمنی رغبت و نفرت صلح و جنگ اور اسکی زندگی و موت جو کچھ بھی ہے سب اپنے اسی واحد مالک اور بے نیاز آقا کی تعمیل ارشاد میں ہے۔.......... قل ان صلاتی و نسکی و محیای و مماتی للہ رب العالمین

دنیا کی ہر شے انسان کے لئے ہے لیکن خود انسان اپنے لئے ایک ذرہ برابر بھی نہیں ہے وہ جو کچھ بھی ہے تمام تر رب کے لئے ہے جب ایک مرتبہ یہ اصولی بات سمجھ میں آگئی تو زندگی کے دو شعبے دین و دنیا الگ الگ قرار دینے کے کوئی معنی ہی نہیں رہتے۔ مسلم کی دنیا جو کچھ ہے۔ وہ سب اس کے دین میں شامل اور اسی تابع و ماتحت ہے۔ دین سے علیحدہ اگر کوئی دنیا ہے تو وہ شیطان کی دنیا ہے۔ طاغوت کی ہے۔ ناحق و باطل کی ہے۔ مسلم کو اس سے کوئی واسطہ نہیں ہونا چاہیے۔ جنگ اگر کلمۂ حق کی حمایت حدود ربانی کی حفاظت امر الٰہی کی تعمیل میں ہے تو عین عبادت ہے لیکن اگر وہی جنگ اپنی خواہشات پوری کرنے کے لئے ہے تو فتنہ فساد کی شدید ترین معصیت ہے علم کی تحصیل اگر معرفت الٰہی حق شناسی خدمت اسلام کی غرض سے ہے تو افضل ترین شغل ہے۔ لیکن اگر یہ مقصد نہیں تو پھر جہل اور ایسے علم کے درمیان، اسلامی نقطۂ نظر سے ایک رتی برابر بھی فرق نہیں۔

اسلام، یعنی انسان کی فطرت سلیم ہرگز اسکی روادار نہیں کہ ہفتہ میں ایک بار یا چوبیس گھنٹے میں پانچ بار خدا کو چند منٹ کے لئے یاد کر لیا جائے۔ اور باقی سارا وقت دنیا کے مشاغل میں صرف کیا جائے۔ انسان کی فطرت و سرشت تو یہ کہہ رہی ہے کہ عمر کا ہر ہر لمحہ ایک ایک لحظہ اسی ایک دائم و مستقل ہستی کے ساتھ جڑا ہوا رہنا چاہیے۔

محمد کاظم ندوی

غلبہ والا کون؟

****

دنیا کی تاریخ شاہد ہے کہ جن لوگوں نے اللہ اور اس کے رسولوں کی مخالفت کی، اللہ اور اس کے رسولوں کا کہنا نہ مانا، ان کے بتائے ہوئے طریقوں اور اصولوں کو نہ اپنایا ان کے فرمودات و ارشادات پر عمل نہ کیا بلکہ مخالفت و مزاحمت پر تلے رہے ایسے لوگوں کا حشر اور انجام بہت ہی برا ہوا، ہلاکت اور بربادی نے ان کو نیست و نابود کردیا اور اس صفحۂ ہستی سے اس طرح مٹ گئے کہ آج عالم کائنات میں کوئی ان کا نام لیوا نہیں۔ ان پر کوئی دو چار بوند آنسو بہانے والا نہیں، ان لوگوں کا یہ انجام اس لئے ہوا کہ ان لوگوں نے اللہ اور اس کے پیغمبروں و رسولوں سے مزاحمت اور ان کی سخت مخالفت کی تھی ان کو اس کارگہ عالم میں سخت پریشان کیا تھا، ان پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے تھے انھوں نے خدائی احکام کو ٹھکرایا تھا، اللہ رب العزت کی رسی کو مضبوطی سے پکڑنے کے بجائے ان لوگوں نے غیر اللہ کو سب کچھ سمجھ رکھا تھا۔

ہزاروں سال پرانی تاریخ کو دہرانے کی ضرورت ہی نہیں بلکہ صرف چودہ سو سال پیچھے مڑ کر دیکھیے جب اسلام آیا اور اللہ رب العزت نے محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کو رسالت و نبوت سے سرفراز فرمایا اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نبوت و رسالت کا اعلان کیا تو ابھی کل تک جو لوگ آپ کو اپنا بھتیجا، اپنا پوتا، اپنا عزیز اور اپنا قریب سمجھتے تھے، وہی لوگ آج اعلان نبوت و رسالت کے بعد سب کچھ بھول گئے ساری رشتہ داریاں اور ناطے بالائے طاق رکھ کر وہ آپ کی مخالفت اور مزاحمت کرنے لگے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلانے لگے، ستانے لگے اور پریشان کرنے لگے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کو "صادق" و "امین" کہنے لگے، ایسا کیوں ہوا؟ یہ اس لئے کہ ابھی کل تک محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت و رسالت کی اطلاع نہیں ملی تھی انھوں نے نبوت و رسالت کی اطلاع مل گئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حق رسالت و نبوت کی ادائیگی اور خدا کے پیغام کو دوسروں تک پہنچانے کی ذمہ داری قبول کرلی تو چاروں طرف سے مخالفتوں اور مزاحمتوں کے بادل گھر آئے، نبی اور اصحاب نبی کو تکلیفیں دی جانے لگیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں کو پریشان کیا جانے لگا، ان مخالفتوں اور مزاحمتوں کے نتیجہ میں نبی کو اپنا محبوب شہر مکہ مکرمہ چھوڑنا پڑا اور مدینہ منورہ میں سکونت اختیار کرنی پڑی۔

اب جبکہ راستہ کا کانٹا ہٹ گیا تھا، دشمنان اسلام کے معبودوں کی شان میں ان کے عقائد اور تصورات کے مطابق گستاخیاں کرنے والے اپنا وطن چھوڑ کر دوسرے مقام پر جا چکے تھے۔ ان کو اپنی مخالفتوں اور مزاحمتوں سے باز آجانا چاہیئے تھا اور ان کو اپنی ریشہ دوانیوں اور بد مستیوں سے توبہ کرلینی چاہیئے تھی۔ مگر نہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور اصحابؓ نبی کا پیچھا کیا جائے گا، ان کو مدینہ منورہ میں بھی سکون و چین سے

نہیں رہنے دیا جائے گا، ان کی دعوت اور ان کے پیغام کو دبا دینے کی ہر ممکن کوشش کی جائے گی چاہے ان سے لڑنا پڑے، ان سے جنگ کرنا پڑے بالآخر ان بدبختوں اور اسلام دشمن عناصر نے یہ بھی کر کے دکھادیا۔ غزوۂ بدر میں، غزوۂ احد میں، غزوۂ خندق میں ان اسلام دشمن عناصر نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور اصحاب نبی سے زبردست مورچہ لیا، اسلام اور اسکے ماننے والوں، نبی اور ان کے شیدائیوں اور فدائیوں کو صفحۂ ہستی سے مٹادینے کی ہر امکانی کوشش کی، مگر مخالفین اسلام کو کسی قسم کی کامیابی و کامرانی ہاتھ نہ آئی، بلکہ وہ ذلیل و خوار ہوئے ذلت و نکبت اور رسوائی نے ان کو کہیں کا نہ رکھا معرکۂ بدر میں ستر ۷۰ بڑے بڑے سردار موت کے گھاٹ اتار کر جہنم رسید کیے گئے، ستر ۷۰ اپنی گردنوں میں غلامی کا طوق ڈالے ہوئے گرفتار کر کے لائے گئے اور جو باقی بچے ان میں سے کچھ مرے اور جہنم رسید ہوئے اور کچھ لوگوں نے میدان کارزار چھوڑ کر فرار کا راستہ اختیار کیا۔

غرض جتنے بھی غزوات ہوئے حق و باطل کی جتنی بھی معرکہ آرائیاں ہوئیں ساری جنگوں میں اسلام دشمن عناصر کو شکست فاش ہوئی، وہ ذلیل و خوار ہوئے، بالآخر اللہ کا حکم بلند ہوا، نبی و اصحاب نبی کامیاب ہوئے اور ایسا کیوں نہ ہوتا؟ اللہ رب العزت کا فیصلہ ہے لا غلبن انا ورسلی
میں اور میرے پیغمبر ہی غالب ہو کر رہیں گے۔

آج مسلمان عالم کائنات میں پٹ رہے ہیں، بموں سے اڑائے جارہے ہیں، قید خانوں کی سلاخوں میں جکڑے جارہے ہیں، مگر یاد رہے کہ ایک نہ ایک دن ان مسلمانوں کی قربانیاں رنگ لائیں گی، ان کی آہ و بکا اپنا اثر دکھائے گی اور وہی مظلوم و ناتواں انسان کامیاب و بامراد ہوں گے مگر شرط یہ ہے کہ مسلمان بھی مسلمان بن جائیں اور اپنے اعمال صحیح کرلیں، اپنی نیتوں کی اصلاح کرلیں، اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے پیروکار اور اپنے رب کے پکے مطیع و فرماں بردار بن جائیں۔

خواہ ہندوستان کے مسلمان ہوں یا چیچنیا کے ہر سک کے مسلمان ہوں یا بوسنیا کے، ان ہی ملکوں کی کوئی قید نہیں، بلکہ کائنات عالم کے جس خطہ کے بھی مسلمان ہوں۔ اگر اللہ اور اسکے رسول کی سچی تابعداری اور اطاعت شعاری میں لگ جائیں اور ان کا اصل مقصد اعلاء کلمۃ اللہ ہوجائے تو کامیابی و کامرانی ان کے قدم چومے گی اور اگر اللہ اور اس کے رسول سے مخالفت و مزاحمت والے کام کئے تو رسوائی، ذلت و نکبت اور ناکامی و پسپائی کا منہ دیکھنا پڑے گا۔

ہم مسلمان ہیں ہمیں خدائی فیصلہ پر پختہ ایمان ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودات و ارشادات پر ہمارا کامل یقین ہے اور ہم دل کی گہرائیوں سے یہ سمجھتے ہیں کہ خدا اور اسکے رسول ﷺ نے جو بھی فیصلہ فرمادیا وہی برحق ہے وہی صحیح اور قابل قبول ہے۔ اسلام کے تمام پیروؤں کو چاہئے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و تابعداری کریں اور اللہ و رسول کی مخالفت سے باز رہیں ورنہ جس نے بھی مخالفت اور مزاحمت کی راہ اپنائی ذلت و نکبت نے اس کو کہیں کا بھی نہ رکھا، اللہ تبارک و تعالیٰ کا فرمان بالکل سچ ہے لاغلبن انا ورسلی میں اور میرے پیغمبر ہی غالب ہیں۔ (بہ شکریہ ماہنامہ البدر، لکھنؤ جولائی ۱۹۹۹ء)

مولانا محمدؐ عبدالحق چوہان رحمہ اللہ

حادثۂ کربلا

حادثۂ کربلا ایک ایسا واقعۂ فاجعہ ہے کہ جس میں مرکزی شخصیت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی ذات ستودہ صفات ہے۔ بنات طاہرات کی نسبت سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد امجاد کیساتھ امت کو جو محبت و عقیدت ہے، وُہ روز روشن سے بھی زیادہ واضح ہے۔ دجل و تلبیس صفت سبائی راویوں نے اس محبت و عقیدت کی شراب شیرین میں تحریک سبائیہ کے زہریلے جراثیم کی آمیزش کرنے کی کوشش کی ہے۔ اور ہر سال اس دل دوز واقعہ کی یاد جس نوعیت کے ساتھ منائی جاتی ہے۔ اور خصوصی مجالس میں ذاکرین جس انداز میں ذکر حسین بیان کرتے ہیں، اس سے یہ تاثر پیدا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے کہ جگر گوشۂ بتول کی شہادت کے زمانہ ہی سے یہ یوم منایا جارہا ہے۔ حالانکہ یہ تاثر تاریخی حقیقت کے اعتبار سے بالکل ہی غلط ہے۔ بلکہ چوتھی صدی ہجری میں ماہی گیروں کے خاندان سے تعلق رکھنے والے آل بویہ میں سے معزالدولہ نے عشرہ کو ماتم منانے کی رسم کو ایجاد کیا ہے۔ صحیح تاریخی روایات سے اس حادثۂ فاجعہ کی جو صحیح صورت اخذ کی جاسکتی ہے وہ یہ ہے لیکن تحریر واقعہ سے قبل اس حقیقت کی طرف اشارہ کرنا ضروری ہے کہ حضرت حسین کی ذات ستودہ صفات تمام فضائل و مناقب کی مرکز و مرجع ہے۔ آپ کی فضیلت کے متعلق تمام کتب احادیث اور خصوصاً صحاح ستہ میں کئی احادیث منقول و مروی ہیں۔ نبوت کے بعد سب سے بڑی فضیلت صحابیت کے درجۂ رفیعہ پر آپ فائز ہیں اور نسبی شرافت کے اعتبار سے آپ نواسۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اور آپ کیلئے جنت کی بشارت بھی ہے۔ اور یزیدان تمام فضائل و خصوصیات سے تہی دامن ہے۔ اور شخصی فضیلت کے لحاظ سے حضرت حسین کیساتھ اسے کیا نسبت دی جاسکتی ہے؟

چہ نسبت خاک را بعالم پاک

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد جب یزید خلیفہ متعین ہو گیا اور شہروں میں اس کی خلافت پر بیعت ہوئی تو حسینؓ نے اسکی بیعت سے تخلف اختیار کیا۔ اور آپ مدینہ سے مکہ مکرمہ تشریف لے گئے۔ کوفہ کے سبائیوں، کو جب اس صورت حال کا علم ہوا تو پھر وہ امت کے درمیان تفریق و انتشار پیدا کرنے کیلئے اپنی سازشی ریشہ دوانیوں میں مصروف ہو گئے۔ اور اپنی مطلب بر آری کیلئے انہوں نے سید نا حضرت حسین کی ذات کا انتخاب کیا۔ چنانچہ روایات میں ہے کہ سب سے پہلے سلیمان بن صرد اور حبیب بن مظاہر نے عبد اللہ بن سبا ہمدانی کے ذریعے اپنے خطوط حضرت حسین کی طرف روانہ کیے اور ۱۰ رمضان کو یہ خطوط آپ کو موصول ہوئے پھر تسلسل کے ساتھ سبائیوں نے آپ کے پاس خطوط روانہ کیے ان خطوط کی وصولی کے بعد تیسرے دن آپ کو تین آدمیوں کے ذریعہ سبائیوں کے ۵۳ خطوط موصول ہوئے اور پھر تین دن کے بعد

ہانی بن ہانی اور سعید بن عبداللہ آپ کے پاس آگئے کوفیوں کی طرف سے اس کثرت سے خطوط آپ کے پاس وارد ہوئے کہ ان خطوط کا انبار لگ گیا۔ اور ۶۰ آدمیوں پر مشتمل کوفے کی طرف سے ایک قافلہ آپ کے پاس آگیا۔ ان لوگوں نے خطوط کے ذریعے اور زبانی طور پر حضرت حسین کو یقین دلایا کہ عراق اموی خلافت کے خلاف پورے طور پر منظم ہے اور آپ جس وقت تشریف لائیں گے تو ہم والی کوفہ نعمان بن بشیر کو نکال دیں گے۔ حضرت حسین کو ان کی بات پر یقین آگیا اور آپ نے یہ سمجھا کہ عراق ابھی تک یزید کی بیعت سے دست کش ہے اور یزید کو تسلط حاصل نہیں ہوا۔ اور اس کی خلافت تا ہنوز منعقد نہیں ہوئی۔ اور آپ نے مزید اطمینان حاصل کرنے کیلئے اپنے چچازاد بھائی حضرت مسلم بن عقیل کو کوفہ کی طرف روانہ کیا تا کہ حالات کا جائزہ لیکر آپ کو صحیح صورتحال سے مطلع کریں۔ جب حضرت مسلم بن عقیل کوفے پہنچے تو حضرت حسین کے لئے آپ کے ہاتھ پر بیعت کرنیوالوں کی تعداد ۱۸ ہزار تک پہنچ گئی حضرت مسلم بن عقیل نے آپؓ کو ان حالات سے آگاہ کیا۔ ان حالات کو پیش نظر رکھتے ہوئے آپؓ کوفہ جانے کیلئے تیار ہو گئے اور جب یزید کو ان واقعات کا علم ہوا تو اس نے کوفے بھی بصرہ کے عامل عبید اللہ بن زیاد کی تحویل میں دے دیا۔ عبید اللہ کے آنے پر وہ ۱۸ ہزار غدار سپاہی مسلم بن عقیل سے جدا ہو گئے اور آپ کو اکیلا چھوڑ گئے۔ اور عبید اللہ نے آپؓ کو کس مپرسی کے عالم میں شہید کر دیا۔ حضرت حسینؓ کے بہی خواہ حضرات مثلاً عبداللہ بن عباسؓ، حضرت عبداللہ بن جعفرؓ کو جب آپ کے کوفہ جانے کے ارادہ کی خبر ملی تو انہوں نے آپؓ کو اس اقدام سے روکا اور حضرت عبداللہ بن جعفر نے تو اسقدر کوشش کی کہ والی مکہ عمرو بن سعیدؓ سے آپؓ کے نام ایک خط لکھوایا اور وہ خط لیکر عمرو بن سعید کے بھائی یحییٰ بن سعید کے ہمراہ آپؓ کے پاس گئے اور آپؓ کو روکنے کی کوشش کی لیکن یہ تمام تر مساعی تقدیر ایزدی کے باعث بے نتیجہ ثابت ہوئیں حضرت حسینؓ کا یہ اجتہاد تھا کہ یزید کی خلافت ابھی تک متحقق نہیں ہوئی اور تاہنوز مسلمانوں کو اس کی امارت پر اتفاق نہیں ہو سکا اہل کوفہ کے وفود اور خطوط نے ان کے موقف کو مزید تقویت پہنچائی۔ اور ان کو اس بات پر پورا یقین تھا کہ ان کی ذات پر ملت اسلامیہ مجتمع ہو جائے گی اسی مؤقف کی بنیاد پر آپ نے کوفہ کا سفر اختیار کیا لیکن جب وہاں پہنچے اور صورتحال کا مشاہدہ کیا اور ان لوگوں کو بھی لشکر مقابل میں دیکھا تو جنہوں نے آپ کو خطوط لکھ کر بلایا تھا تو آپؓ کو ان کی غداری معلوم ہو گئی۔ اور اس بات کا یقین ہو گیا کہ یزید کی خلافت پر مسلمانوں کا اجماع ہو چکا ہے۔ اسلیئے آپؓ نے امیر لشکر عمرو بن سعد کے سامنے اپنی یہ تین شرطیں پیش کیں (۱) یا تو وہ ان جگہ واپس چلے جائیں جہاں سے وہ آئے ہیں (۲) یا سرحدات میں سے کسی سرحد کی طرف چلے جائیں اور عام مسلمانوں میں سے ایک ہوں گے اور ان کے نفع و نقصان میں برابر کے شریک ہوں گے۔ (۳) یا یہ کہ یزید کے پاس جائیں اور اس کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دے دیں اور خود ہی اپنے اور ان کے درمیان فیصلہ کرے حضرت حسین کی اس پیش کش سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے اپنے پہلے موقف سے رجوع فرما لیا کیونکہ آپ کی نصب دینی اور استقامت سے یہ بات بعید اور خارج از امکان ہے کہ آپ جس مؤقف کی بنا پر یہاں تشریف لائے تھے پھر اسی پر قائم ہوتے ہوئے واپس تشریف لے جائیں کیونکہ سرحد پر وہی لوگ مشغول جہاد تھے جنہوں نے یزید کی امارت کو تسلیم کر لیا تھا۔ لیکن عبید اللہ بن زیاد اور شمر کی بدبختی کی وجہ سے آپؓ واپس نہ ہو سکے اور کربلا کا حادثہ فاجعہ امت کو پیش آیا۔ انا للہ الیہ راجعون۔

مولانا محمد عبدالحق چوہان رحمہ اللہ

نواسہ رسول جگر گوشہ بتول سیدنا حسین رضی اللہ عنہ

واقعہ کربلا کے بیان کی اہمیت کے پیش نظر یوم عاشورہ کے دن نواسہ رسول جگر گوشہ بتول رضی اللہ عنہ کی شہادت اور آپ کے ساتھ پیش آنے والے اس ہولناک منظر کو عام مجالس اور جرائد و اخبارات میں بیان کیا جاتا ہے۔ امت کیلئے یہ ایک ایسا حادثہ ہے کہ جس کے گہرے نقوش قلوب پر تا دیر ثبت رہیں گے۔ یوم عاشورہ کے واقعہ پر سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے متعلق متعدد مضامین اشاعت پذیر ہوئے۔ ان مضامین میں ایک مضمون "نواسہ رسول جگر گوشہ بتول سیدنا حسین رضی اللہ عنہ" نظر سے گزرا۔ مضمون نگار محترم سید محمد طارق نسیم شاہ صاحب ہیں جن کا تعلق بہاولپور سے ہے۔ اس مضمون نگاری میں عدم توجہ کی بناء پر شاہ صاحب کے قلم سے کچھ ایسی باتیں تحریر ہوگئی ہیں کہ ثقاہت کے اعتبار سے وہ انتہائی ضعیف اور ساقط الاعتقاد ہیں ان کی اصلاح اور وضاحت ضروری ہے کیونکہ اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک جلیل القدر صحابی کی طرف ایسی بات منسوب کی گئی ہے کہ جس سے ان کا دامن صاف ہے اور کسی شخص کو غلط بات سے متہم کرنا اخلاقی اور شرعی اعتبار سے بہت ہی قبیح فعل ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ مضمون نگار فرماتے ہیں کہ "ادھر جب حاکم دمشق حضرت معاویہ کو حضرت حسن کی بیعت اور حضرت علی کی شہادت کا علم ہوا تو انہوں نے جنگ کی تیاریاں شروع کر دیں اور امام حسن پر چڑھ دوڑے لیکن امام حسن نے امت کو کشت و خون سے بچانے کیلئے امیر معاویہ سے صلح کر لی اور خلافت سے دست بردار ہوگئے اور کوفہ کو چھوڑ کر مدینہ میں رہنے لگے۔"

واقعہ اس طرح نہیں بلکہ حقیقت حال یہ ہے کہ مورخ ابن کثیر اپنی مشہور تاریخ "البدایہ والنہایہ" میں فرماتے ہیں کہ جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی وفات ہوگئی (اور حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت لے لی گئی) قیس بن سعد بن عبادہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے اصرار شروع کر دیا کہ اہل شام سے جنگ کرنے کیلئے پیش قدمی کریں۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی کسی سے جنگ کرنے کی نیت نہیں تھی لیکن لوگوں نے اصرار کے ساتھ دباؤ ڈالا اور سب مل کر اتنی تعداد میں جمع ہوئے اس قدر پہلے جمع نہیں ہوئے تھے چنانچہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ نے قیس بن سعد کو بارہ ہزار فوجیوں کے ساتھ آگے بھیجا اور خود فوجیوں کے ساتھ شام کی طرف بڑھے کہ معاویہ اہل شام سے قتال کریں۔ جب مدائن سے آگے نکلے تو وہاں آ کر رک گئے۔ اور مقدمہ الجیش کو اپنے سامنے ٹھہرایا۔ مدائن کے بیرونی حصہ پر جب وہ لشکر کے ساتھ تھے کسی نے با آواز بلند کہا۔

قیس بن سعد بن عبادہ قتل ہوگئے۔ لوگوں میں بھگدڑ مچ گئی اور ایک دوسرے کا سامان لوٹنے لگے

یہاں تک کہ حضرت حسن کے خیمے تک اکھاڑ لئے گئے۔ یہی نہیں کہ جس فرش پر وہ بیٹھے تھے اس کو بھی کھینچ کر اٹھانے لگے اور اسی حال میں ایک دوسرے کو زخمی کرنے لگے اور خود حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو بھی زخم آیا جو کاری نہ تھا۔ آپ زخمی حالت میں اٹھ کر سوار ہوئے اور مدائن کے قریب چلے گئے مختار بن ابی عبید نے اپنے چچا سعد بن مسعود سے کہا جو کہ مدائن کا گورنر تھا کیا تم کو عزت حاصل کرنے کا راستہ بتاؤں؟ کہا کیا مطلب؟ کہا حسن کو پکڑو اور قید کر کے معاویہ کے پاس بھیج دو۔ سعد بن مسعود نے کہا اللہ تجھ کو رسوا کرے اور تیری تدبیر کو غارت کرے کیا میں نواسہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دھوکہ بازی کر لوں۔ (البدایہ و النہایہ صفحہ ۱۴ ج نمبر ۸ بحوالہ المرتضیٰ صفحہ ۳۵۲، ۳۵۱

اس تاریخی روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ اہل عراق نے ہی حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو بااصرار مجبور کیا کہ آپ شام کی طرف پیش قدمی کریں اور پھر ثابت قدمی کی یہ کیفیت کہ بھگدڑ میں حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو بھی زخمی کر دیا کوفہ کا یہی وہ عنصر تھا جس کی بے وفائی، متلون مزاجی اور دھوکہ بازی کی بنیاد پر حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی شہادت کا حادثہ پیش آیا۔ لہٰذا مضمون نگار صاحب کا یہ تحریر کرنا کہ ادھر جب حاکم دمشق حضرت معاویہ کو امام حسن رضی اللہ عنہ کی بیعت اور حضرت علی کی شہادت کا علم ہوا تو انہوں نے جنگ کی تیاریاں شروع کر دیں اور امام حسن رضی اللہ عنہ پر چڑھ دوڑے۔

بالکل ہی خلاف حقیقت ہے اور مضمون نگار صاحب حضرت امام حسن کی وفات کے زیر عنوان تحریر کرتے ہیں کہ مدینہ طیبہ میں وفات پائی اور جنت البقیع میں مدفون ہوئے سعید بن العاص نے نماز جنازہ پڑھائی کہا جاتا ہے کہ حضرت امام حسن کو ان کی بیوی جعدہ بنت اشعث نے زہر دیا تھا۔ اور ایک گروہ کی رائے ہے کہ اس کا یہ زہر دینا معاویہ کی سازش کا نتیجہ ہے لیکن اس میں تاریخی اختلاف ہے واللہ علم اس روایت میں حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی طرف جس فعل شنیع کو منسوب کیا گیا ہے ان کا دامن اس قبیح کردار سے بالکل ہی صاف ہے نہ زہر دینے والے نے کسی کو بتایا تھا کہ میں نے زہر دیا ہے اور نہ ہی اس ذات پاک نے کسی کے سامنے ظاہر کیا تھا کہ مجھے فلاں شخص نے زہر دیا ہے معلوم نہیں اس بے پردہ روایت کے ناقلین کے پاس وہ کون سا آلہ خوردبین ہے کہ جس کے باعث انہوں نے اس مخفی راز کو معلوم کیا یہ زہر دینے کا فعل حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی سازش کا نتیجہ ہے۔

مؤرخ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کو زہر دیا گیا جو ان کی وفات کا باعث ہوا۔ عمر بن اسحاق کہتے ہیں اور قریش کے ایک آدمی حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کے پاس گئے تو انہوں نے بتایا کہ مجھے بار بار زہر دیا گیا اور ہر مرتبہ پہلی بار سے زیادہ زیادہ تیز اور سخت قسم کا زہر دیا گیا اس وقت آپ پر نزع کی کیفیت طاری ہو چکی تھی حضرت حسین رضی اللہ عنہ تشریف لائے سرہانے بیٹھ گئے اور کہنے لگے بھائی صاحب! کون ہے آپ کو زہر دینے والا؟ فرمایا گیا کہا تم اس کو قتل کرنا چاہتے ہو؟ کہا ہاں۔ فرمایا اگر

بقیہ 31 پر

پروفیسر خواجہ ابوالکلام صدیقی قسط ٦

امارتِ اسلامیہ افغانستان........مشاہدات و تأثرات

کابل میں ایک تعزیتی تقریب کا مشاہدہ:

محاذ سے واپسی پر راستے میں مجاہدین کے ایک مرکز میں ٹھنڈا پہاڑی پانی پیا۔ نماز ظہر قصر ادا کی اور حرکتہ المجاہدین کے دفتر میں واپس آگئے دستر خوان پر کھانا لگا ہوا تھا مگر ہم نے کھانے میں شریک ہونے کی بجائے وہ تربوز نوش کیا جو حنظلہ محمود کے ساتھ مل بیٹھ کر کھانے کے لئے خریدا تھا مگر اس کے معسکری معمولات کی وجہ سے موقع نہ مل سکا اور اب دو دن سے اس کا وزن اٹھائے پھر رہے تھے۔

دفتر میں مہمانوں کی کثرت تھی اس لئے تربوز سے فارغ ہو کر جناب خواجہ عبدالرحیم صدیقی صاحب خواجہ اختر محمود صاحب اور ابو معاویہ بشیر صاحب سمیت ہم چار افراد آرام و سکون کے لئے قریبی جامع مسجد چورابا یعقوب میں آگئے، خلاف معمول لوگوں کو مسجد میں تقریب کی صورت میں بیٹھے ہوئے دیکھا ہم چاروں بھی ایک طرف پیچھے ہو کر بیٹھ گئے، مسجد کی مشرقی دیوار کے ساتھ قاریوں کی ایک جماعت قبلہ رخ بیٹھی تھی اور ان کے بائیں ہاتھ یعنی جنوبی دیوار کے ساتھ کچھ افراد صف کی صورت میں گدوں پر بیٹھے ہوئے تھے بعد میں معلوم ہوا کہ یہ میت کے ورثا ہیں، ان کے بائیں ہاتھ اور سامنے کی طرف اسی طرح ترتیب کے ساتھ صف بنائے کچھ لوگ بیٹھے تھے، مسجد کے دروازے پر دو رکنی مجلس استقبالیہ بیٹھی تھی جب کوئی شخص مسجد میں داخل ہونے لگتا تو اپنا دایاں ہاتھ دل پر رکھ لیتا اور استقبالی فرد بھی اپنا اپنا دایاں ہاتھ اپنے دل پر رکھ کر کھڑے ہو جاتے جب آنے والا مسجد میں داخل ہو جاتا تو استقبال والے بیٹھ جاتے اور مسجد میں داخل ہونے والا بیٹھنے تک اسی طرح اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر چلتا رہتا ایک قاری صاحب قرآن مجید سے کچھ آیات تلاوت فرماتے اس کے بعد اونچی آواز ہی میں دعا فرماتے: **اللھم اغفر للمسلمین والمسلمات**

(اے اللہ! مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کی بخشش فرما) اس کے ساتھ ہی جو افراد جانا چاہتے وہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوتے اور قطار میں قاری صاحبان کے آگے سے گزرتے ہوئے ورثا کی صف کے آغاز پر آجاتے اور تمام ورثا اٹھ کھڑے ہوتے گزرنے والے اور ورثا دونوں اپنے اپنے دائیں ہاتھ دل پر رکھ لیتے جب گزرنے والے گزر جاتے تو ورثا دوبارہ اپنی جگہ پر بیٹھ جاتے اس کے بعد دوسرے قاری صاحب اسی طرح تلاوت اور دعا فرماتے اور جانے والے اسی طرح رخصت ہوتے تعزیتی افراد کی آمد و رفت کا سلسلہ تقریباً ایک گھنٹے تک جاری رہا آخری قاری صاحب نے قرآن مجید کی آخری تین سورتیں تلاوت کیں اور مذکورہ بالا دعائیہ کلمات ادا کرنے کے بعد انا للہ وانا الیہ راجعون (یقیناً ہم اللہ تعالیٰ کی مخلوق اور اسی کی ملکیت ہیں اور ہم اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں) پڑھا اس کے ساتھ ہی تمام حاضرین اٹھ کھڑے ہوئے اور روایتی طریقے کے

مطابق ورثا کے آگے سے گزرتے ہوئے مسجد سے باہر چلے گئے اور ان کے بعد ورثا بھی اپنے اپنے گدے اٹھا کر وہاں سے چل دیئے۔

گرانی یا ارزانی؟

تعزیتی تقریب کے بعد مسجد میں عصر تک آرام کیا اور اس کے بعد قریب ہی واقع ہرات ہوٹل میں کھانا کھانے کے لیے آگئے تین آدمیوں کے کھانے کا بل پچپن روپے پاکستانی بنا سالن چھوٹے گوشت کے کوفتوں کا تھا اور نہایت لذیذ تھا، سالن، سلاد اور دہی تینوں چیزیں وافر مقدار میں تھیں، کھانے کے بعد یہ حسرت رہی کہ کاش کھانے میں کسی چوتھے ساتھی کو بھی شریک کر لیتے تاکہ بچا ہوا سالن ضائع نہ ہوتا اس کے بعد جب بھی کھانے کی ضرورت پڑی، اس حسرت کے پیدا ہونے کا موقع نہیں چھوڑا یعنی اس کے بعد کھانے میں تین کی بجائے چار آدمی شریک ہوتے رہے۔

اگرچہ افغانستان محدود وسائل اور طویل جنگ کی وجہ سے شدید ترین معاشی بحران کا شکار ہے مگر پاکستان کے مقابلے میں یہاں اب بھی ارزانی ہے، مثلاً دودھ سولہ روپے کی بجائے دس روپے لٹر، کون آئسکریم دو روپے پچاس پیسے کی، بوتل آٹھ روپے کی بجائے چھے روپے کی، آم کے ملک شیک کا بڑا گلاس مع بادام پندرہ روپے کا، بڑے سائز کی روٹی دو روپے پچاس پیسے میں (البتہ گندم مہنگی ہے یعنی بارہ روپے کلو ہے) چھوٹا گوشت بعض شہروں میں ایک سو دس روپے کی بجائے پچاس روپے اور بعض شہروں میں پینسٹھ روپے کلو، پھل سستا ہے پاکستانی تربوز بھی پانچ روپے کلو مل جاتا ہے، بجلی صرف پچیس پیسے فی یونٹ ہے۔

پاکستان اور افغانستان دونوں پٹرول باہر سے خریدتے ہیں پاکستان میں سپر پٹرول جس میں کم از کم نصف مقدار مٹی کے تیل کی ہوتی ہے۔ دس کی بجائے آٹھ پوائنٹ کا لٹر تقریباً ستائیں روپے میں ملتا ہے۔ جبکہ افغانستان میں خالص پیٹرول کے دس پوائنٹ کا لٹر بڑے شہروں میں تیرہ روپے اور دیہاتی اور دور دراز پہاڑی علاقوں میں پندرہ روپے میں عام دستیاب ہے، گاڑیوں کی قیمت پاکستان کے مقابلے میں بیس یا پچیس فیصد یعنی جو گاڑی پاکستان میں نو دس لاکھ کی ہے وہ افغانستان میں تقریباً دو یا زیادہ سے زیادہ اڑھائی لاکھ میں عام مل جاتی ہے۔ نیز روزمرہ استعمال کی پاکستانی اشیاء تقریباً پاکستانی نرخوں پر عام دستیاب ہیں اور دیگر ممالک کی اشیاء بھی سستے اور مناسب داموں میں مل جاتی ہیں۔

ملک کی معاشی صورت حال:

افغانستان ایک غریب ملک شمار ہوتا ہے اس کے زرمبادلہ کا انحصار خشک میوہ جات اون اور کھالوں پر رہا، طویل جنگ کی وجہ سے صنعتی ادارے تباہ ہو چکے ہیں اور ملک کا اکثر حصہ کھنڈرات میں تبدیل ہو چکا ہے مگر یہ دنیا کا واحد ملک ہے جو کسی ملک یا بین الاقوامی کسی یہودی ادارے کا مقروض نہیں، پیداواری یونٹ بحال کرنے کی کوشش کی جارہی ہے، زراعت میں محدود پیمانے پر تجربات شروع ہو چکے ہیں۔ ملک کے مختلف علاقوں میں تیل اور گیس قیمتی پتھر (جواہرات) سونا، لوہا، تانبا، نمک، یورینیم اور بیریلیم

وغیرہ کے ذخائر کی نشاندہی کئی سال پہلے ہو چکی ہے۔ اگرچہ اہلِ افغانستان ابھی تک ان ذخائر سے فائدہ نہیں اٹھا سکے مگر روس اپنے دورِ تسلط میں خوب ہاتھ رنگ چکا ہے، تباہ شدہ گاڑیوں وغیرہ کے لوہے کی کافی مقدار پورے ملک میں بکھری ہوئی ہے، اسلحہ شمار سے زیادہ ہے صرف اسی کی کچھ مقدار فروخت کر دینے سے یہ ملک خوشحال ہو سکتا ہے، مگر جہادی دور اندیشی یہ خطرہ مول لینے کو تیار نہیں نیز یہ کہ یہ وسط ایشیاء کی ریاستوں کی بہترین تجارتی گزرگاہ ہے مگر ان تمام وسائل کا بھر پور اور مناسب استعمال اسی وقت ہو سکتا ہے جب موجودہ جنگی صورت حال سے اطمینان و سکون حاصل ہو اور شمالی اتحاد کا اندرونی کانٹا نکل جائے تاہم کچھ نہ کچھ پیش رفت ہو رہی ہے مگر اس وقت امارت اسلامیہ کی معیشت کا انحصار راہداری کی آمدنی اور ملکی و غیر ملکی اہل اسلام کے عطیات پر ہے۔ اس محدود آمدنی پر پورے ملک کے نظام کا چلنا ان لوگوں کے لئے یقیناً تعجب انگیز ہو گا جن کے وزیر اعظم اور وزیر اعلیٰ کی آمد پر قومی خزانے کے لاکھوں روپے صرف استقبالی جھنڈیوں پر اڑ جاتے ہوں۔ مگر ان کا افراد کے لئے قطعاً حیرت کا باعث نہیں جنہوں نے خود اپنی آنکھوں سے یہاں کے گورنروں، وزیروں، اعلیٰ انتظامی عہدہ داروں کو صبح سوکھی روٹی کو قہوہ میں اور رات کو شوربے میں بھگو کر کھاتے دیکھا ہو نہ ان کا لباس امتیازی ہے نہ ان کی آمد پر ہٹو بچو کی صدا بلند ہوتی ہے نماز پڑھ کر فارغ ہوں تو واقفانِ حال سے معلوم ہوتا ہے کہ امام فلاں صوبے کا گورنر تھا اور آپ کے دائیں کھڑا ہوا فلاں مرکزی وزیر ہے اور وہ اپنی جوتی خود اپنے ہاتھوں سے اٹھا کر جانے والا صوبائی وزیر یا چیف سیکرٹری ہے، سرکاری کارندوں کی فوج ظفر موج نہیں، وزارتی اور انتظامی ذمہ دار تنخواہیں نہیں وظیفہ لیتے ہیں اور جن کے گھریلو اخراجات کا کوئی اور ذریعہ ہو چاہے وہ محدود ہی کیوں نہ ہو وہ اس وظیفے سے بھی بے نیاز ہیں جہاں تنخواہ نہ لینے کے دعووں کی آڑ میں سرکاری رہائش گاہوں اور دفاتر کی آرائش و زیبائش پر قومی خزانے کے کروڑوں روپے ضائع نہیں کئے جاتے بلکہ ہر ذمہ دار ایک ایک پائی کا اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے حضور جواب دہ جانتا ہے۔

دارالارشاد میں درس قرآن مجید:

ہرات ہوٹل سے کھانا کھا کر نکلے تو خواجہ عبدالرحیم صدیقی صاحب، خواجہ اختر محمود صاحب، رب نواز بھٹہ صاحب سراج احمد صاحب اور چودھری ظفر علی صاحب سمیت ہم چھے افراد چہل قدمی کرتے ہوئے دارالارشاد کی طرف چل پڑے، دارالارشاد حرکتہ الجہاد الاسلامی کے کابل شہر کے دفتر کا نام ہے جو شہرِ نو میں چہار راہے صدارت پر صدارتِ عظمیٰ کے سامنے واقع ہے اس کا نام اس تنظیم کے بانی اور اولین امیر مولانا ارشاد احمد رحمہ اللہ کے نام پر ہے جنہوں نے دسمبر ۱۹۷۹ء میں افغانستان میں روسی فوجوں کے داخل ہوتے ہی جامعہ بنوری ٹاؤن کراچی کے اپنے دو ساتھیوں مولانا قاری سیف اللہ اختر صاحب اور مولانا عبدالصمد سیال صاحب کے ساتھ افغانستان کا رخ کیا اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرتے ہوئے وہیں ۱۹۸۵ء میں رتبۂ شہادت سے سرفراز ہوئے۔

(اللھم اغفرله، وارحمه، واعف عنه، وارفع درجاته، وأدخله في جنّت

الفردوس مع اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

راستے میں نمازِ مغرب کی اذان ہو گئی شاہراہ سے ہٹ کر گلی میں ایک خوبصورت مسجد میں نماز ادا کی، نماز کے بعد متعدد بچے، جوان اور بوڑھے امام صاحب کے سامنے بیٹھ گئے نماز اور اس کے احکام و مسائل کی چھوٹی سائز کی کتابیں ان کے ہاتھ میں تھیں بالغوں کی دینی تعلیم کے اس مسجدی سلسلے سے آثار ظاہر ہو رہے تھے کہ ان شاء اللہ نہ صرف اہلِ افغانستان صحیح عقائد سے باخبر ہو جائیں گے بلکہ ان کی نماز بھی جس میں کچھ ٹھہراؤ کی کیفیت دکھائی دینے لگی ہے جلد ہی پورے قومے اور جلسے والی نماز ہو جائے گی۔

دارالاشاد میں ناظمِ دفتر مولانا مطیع الرحمن صاحب سے ملاقات ہوئی یہ نوجوان ہجوم میں اس طرح گھرا بیٹھا تھا جس طرح حکیم حاذق مریضوں میں یا مخلص سماجی کارکن حاجت مندوں میں ہوتا ہے بائیں ہاتھ میں رف پیڈ اور دائیں ہاتھ میں بال پوائنٹ تھا باری باری ہر ایک کی بات توجہ سے سنتے تھے مختصر زبانی ہدایات دے دیتے یا حسب ضرورت رقعہ دے دیتے اور جنہوں نے رات دفتر میں قیام کرنا تھا انہیں ان کی خواب گاہ بتاتے جاتے تھے اور جنہوں نے سفر کرنا تھا انہیں سفر کے لئے مناسب وقت اور ذریعے سے آگاہ کرتے جاتے تھے، ہم کیونکہ سب سے آخر میں پہنچے تھے اس لئے ہماری باری سب سے آخر میں آئی مگر ان کی مستعدی کی وجہ سے انتظار کی کیفیت زیادہ دیر تک نہ رہی، ہماری طرف متوجہ ہوئے ہم نے اُن سے جناب امیر مرکزیہ سے ٹیلیفون پر رابطہ کرا دینے کی درخواست کی، انہوں نے ہمیں ایک کمرے میں احترام و اکرام سے بٹھایا ،کھانے کی دعوت دی کیونکہ ہم کھانا کھا کر آئے تھے اس لئے معذرت کر لی تاہم چائے بسکٹ سے تواضع فرمائی اور امیر صاحب سے رابطہ کیلئے متعلقہ کمرے میں تشریف لے گئے چند لمحات بعد بلا لیا۔ ٹیلی فون پر امیر صاحب سے ملاقات ہوئی ،ہم نے صبح کابل یونیورسٹی جانے کا پروگرام بتایا اور تعارفی تحریر کی درخواست کی انہوں نے فرمایا کہ میں خود آپ کے ساتھ چلوں گا نیز یہ خوشخبری سنائی کہ برمی مجاہدین بھی تشریف لائے ہوئے ہیں جو معسکر سے ابھی دفتر میں پہنچنے والے ہیں۔ اس کے بعد انہوں نے مولانا مطیع الرحمن صاحب کو کچھ ہدایات دیں اور انہوں نے ہم سے فرمایا کہ آپ کا قیام رات کو یہیں ہوگا اور صبح کی نماز کے بعد قرآن محل کے مدرس کا درسِ قرآن مجید ہوگا۔ اسی اثنا میں برمی مجاہدین تشریف لے آئے ملاقات ہوئی کیونکہ ہمارے اکثر ساتھی حرکتہ المجاہدین کے دفتر میں تھے اس لئے اُن سے رابطہ کرنا اور انہیں اپنے رات کے قیام اور صبح کے پروگرام سے آگاہ کرنا ضروری تھا، مولانا مطیع الرحمن صاحب نے دفتر کی گاڑی عنایت فرمائی ہم اُس پر حرکتہ المجاہدین کے دفتر سے ہو آئے اور تین مزید دوست عبدالستار صاحب، محمد طارق بھٹہ صاحب اور مشتاق احمد صاحب بھی صبح کے درس میں شرکت کے ارادے سے ہمارے ساتھ آ گئے، صبح کی نماز کے بعد قرآن محل کے مدرس نے سورۂ بقرہ کے تیسرے رکوع کے حوالے سے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت، توحید پر ایمان کا ذریعہ یعنی نبوت اور انسان کی زندگی کے پہلے مقصد یعنی عبادت اور اس کے نتائج پر گفتگو کی۔

برمی مجاہدین :

برما کے علاقے ارکان میں عرصہ دراز تک اسلامی حکومت قائم رہی ۱۷۸۴ء میں جب برعظیم پاک وھند کے مسلمان حکمران غیروں کے سہارے کے بغیر خود اپنا وجود اقتدار برقرار رکھنے کے قابل نہ رہے تو بدھ مت برمی حکمرانوں نے ارکان پر قبضہ کر لیا اور مسلمانوں پر ظلم و تشدد کی انتہا کردی ان سے زمینیں چھین لی گئیں، ایک آبادی سے دوسری آبادی میں جانے کے لئے خصوصی اجازت نامہ لازمی قرار دے دیا گیا، حج، جمعہ، قربانی اور مساجد میں باجماعت نماز شعائر پر پابندی لگا دی گئی، پردہ جرم بن گیا، مسلمانوں سے بغیر معاوضہ و اجرت جبری مشقت لینا معمول بن گیا اور احتجاج کرنے والوں کو جیلوں میں ٹھونس دیا گیا۔ ۱۹۷۸ء سے ان کی بہت بڑی تعداد کی یہاں سے وقفہ وقفہ کے بعد ہجرت کا سلسلہ جاری ہے پانچ لاکھ سے زیادہ افراد بنگلادیش میں کسمپرسی کی حالت میں خیموں میں اور بعض بغیر خیموں کے کھلے آسمان نیچے زندگی کے دن پورے کر رہے ہیں۔ عیسائی مشنریاں انسانی ہمدردی اور امداد و تعاون کی آڑ میں عیسائیت کا پرچار کر رہے ہیں۔ ان کی وجہ سے کئی ہزار افراد سیلِ ارتداد کی نذر ہو چکے ہیں، اس صورت حال میں چند درد دل رکھنے والے اہل ایمان نے ایک طرف بدھ مت برمی ظالموں کے خلاف جہاد و قتال کا سلسلہ شروع کر رکھا ہے اور دوسری طرف انہوں نے مہاجرین کی مالی اعانت اور ایمانی حفاظت کے لئے جمعیۃ خالد بن ولید الخیریہ کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا ہے جس کے تحت چالیس سے زیادہ ابتدائی مدارس بنگلادیش میں مہاجرین کے کیمپوں میں معہد الفاروق کے نام سے ایک تعلیمی ادارہ کاکس بازار بنگلادیش میں اور ایک مدرسہ خالد بن ولید کے نام سے لانڈھی کراچی میں کام کر رہا ہے، کراچی (پاکستان) سے انکا ایک ماہنامہ "الرباط" کے نام سے شائع ہوتا ہے اس تنظیم کے امیر فاضل نوجوان مولانا عبدالقدوس مجاہد ہیں، جو جامعہ فاروقیہ کراچی کے فارغ التحصیل ہیں، کم گو اور عملی انسان ہیں جہاد افغانستان میں روس کے خلاف قتال کرتے رہے ہیں اور روس کے نکلنے کے بعد برما کے مسلمانوں کے دین و ایمان کے تحفظ اور برمی ظالموں کے خلاف جہاد کی ذمہ داریاں ادا کر رہے ہیں۔ امارت اسلامیہ افغانستان سے حرکۃ الجہاد الاسلامی کے سابقہ مجاہد ہونے کے علاوہ برما کی جہادی تحریک اور دینی تنظیم کی خلافتی سرپرستی کی نسبت سے بھی وابستہ ہیں، اس سفر میں ان کے ہمراہ ایک تو نائب امیر شیخ نور محمد صاحب تھے جو علالت کے باوجود عظیم ترین دینی مقصد کے لئے سفر کی مصیبتیں برداشت کر رہے تھے اور دوسرے مولانا جنید اللہ اختر صاحب تھے یہ بھی نوجوان عالم دین ہیں جامعہ اشرفیہ لاہور کے فارغ التحصیل ہیں، بنگلادیش کے علمی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں جہاد افغانستان میں شریک رہے ہیں، آج کل مولانا عبدالقدوس مجاہد کے دست راست ہیں زندگی دین کے لئے وقف کر چکے ہیں مسلسل دینی سفر پر رہتے ہیں۔ جس سے دین کے لئے ان کے قلبی اضطراب کی عکاسی ہوتی ہے اللہ تعالیٰ نے ان کو بے پناہ صلاحیتیں عطا فرمائی ہیں۔ متعدد زبانوں پر عبور حاصل ہے ہر زبان اس روانی سے بولتے ہیں کہ سننے والا اسے

ان کی مادری زبان سمجھتا ہے پرجوش جذبات کے حامل ہیں اس لئے جلد غصّے میں آجاتے ہیں مگر ایمانی فطرت کی وجہ سے اسے زیادہ دیر تک برقرار نہیں رکھ سکتے خود نہایت مخلص ہیں اس لئے طبیعت کی سادگی اور صداقت کی وجہ سے دوسروں پر بہت جلد اعتماد کر لیتے ہیں ان حضرات سے ملتان میں یہ طے ہوا تھا کہ ہم ان شاء اللہ کوئٹہ کے راستے قندھار پہنچیں گے اور وہ ان تاریخوں میں قندھار میں ہمارا انتظار کریں گے مگر ہمارا پروگرام کوئٹے سے قندھار کی بجائے میران شاہ سے کابل کا بن گیا اگرچہ ہم نے ملتان سے ان کے کراچی مرکز میں ٹیلی فون کے ذریعے اپنے پروگرام کی تبدیلی کی اطلاع تو کر دی تھی مگر یہ معلوم نہ ہو سکا تھا کہ ان تک اطلاع پہنچی ہے یا نہیں، اطلاع پہنچنے کا علم ان سے یہاں ملاقات پر ہوا، ان حضرات سے مل کر طبیعت بہت خوش ہوئی اور انہوں نے مہمان ہونے کے باوجود میزبانوں سے بڑھ کر ہمارا خیال رکھا۔ (فجزاھم اللہ احسن الجزاء)

کابل یونیورسٹی اور نظامِ تعلیم :

۱۳ ربیع الاول /۲۸ جون بروز پیر صبح درسِ قرآن مجید کے کچھ دیر بعد ناشتہ کیا اور جناب امیر صاحب تشریف لے آئے پہلے انہوں نے اپنی مصروفیات کی وجہ سے ہمارے لئے رہبر مقرر کر دیا مگر پھر ہمارے دل کی کیفیت چہرے کے تاثرات سے بھانپتے ہیں۔ اپنی مصروفیات کو محدود فرما کر خود ساتھ چلنے کا فیصلہ فرمایا، امیر صاحب نے ہمیں اپنے ساتھ کار میں بٹھالیا اور باقی حضرات کرائے کی گاڑی میں بیٹھ کر حرکتہ المجاہدین کے دفتر کی طرف روانہ ہو گئے، تاکہ باقی ساتھیوں کو وہاں سے ساتھ لے کر کابل یونیورسٹی پہنچ جائیں۔ یونیورسٹی شہر کے جنوبی جانب تقریباً چار کلومیٹر کے فاصلے پر ہے کابل کا یہ مضافاتی علاقہ پہلے علی آباد کہلاتا تھا، اس میں جمال الدین افغانی بھی مدفون ہیں جو ۱۲۵۴ھ بمطابق ۱۸۳۸ء/۱۸۳۹ء میں کابل کے نزدیک کنڑ (konar) کے ضلع سعد آباد میں پیدا ہوئے، ہندوستان، ترکی، مصر، یورپ، ایران، روس، عراق، وغیرہ میں وحدتِ اسلامی کے لیے کام کرتے رہے اور نکالے جاتے رہے مارچ ۱۸۹۷ء میں ان کا قسطنطنیہ میں انتقال ہوا وہیں مدفون ہوئے پھر وہاں سے نکال کر جنوری ۱۹۴۵ء میں اس جگہ دفن کیا گیا۔ اور اب انکا مدفن کابل یونیورسٹی کے احاطے میں ہے۔

کچھ دوست گزشتہ سال بھی یونیورسٹی میں آئے تھے اور انہوں نے اس کے چانسلر مولانا پیر محمد روحانی صاحب سے تفصیلی نشست کی تھی اس بار مولانا روحانی تو مولانا محمد ارسلان رحمانی صاحب کے ساتھ کسی اجلاس میں مشغول تھے اس لئے ان سے ملاقات نہ ہو سکی البتہ جناب امیر صاحب کی وساطت سے ان کے دو معاونین سے نشست ہوئی گزشتہ اور موجودہ سال کی گفتگو کا حاصل یہ ہے:۔

- یونیورسٹی میں چانسلر، وائس چانسلر اور پرو وائس چانسلر وغیرہ کا کوئی رسمی تکلف نہیں ایک فرد ادارے کا سربراہ ہے وہی چانسلر بھی ہے اور وائس چانسلر بھی۔
- ایک مسلمان ملک کے دارالحکومت کے اتنے بڑے ادارے میں کوئی مسجد نہ تھی اب طالبان حکومت نے مسجد کا سنگِ بنیاد رکھا ہے اور اسکے لئے دس ہزار ملین افغانی یعنی تقریباً ایک کروڑ بیس لاکھ پاکستانی

روپے منظور کئے ہیں۔

- یونیورسٹی میں غیر اسلامی شعبے، مثلاً مصوری، مجسمہ سازی اور موسیقی کو بند کر دیا گیا ہے
- مخلوط تعلیم ختم کر دی گئی ہے، طالبات کے لئے ابھی تک باقاعدہ متبادل نظام قائم نہیں کیا جا سکا کیونکہ محدود وسائل کی وجہ سے ان کے لئے با پردہ آمدورفت اور شرعی تعلیمی تقاضوں کا اہتمام نہیں کیا جا سکتا البتہ بعض مخیر اہل علم نے اپنے اپنے طور پر اپنے اپنے علاقوں میں قریبی طالبات کی تعلیم کا انتظام کر رکھا ہے۔
- مخلوط عملہ ختم کر دیا گیا ہے وائس چانسلر کے دفتر میں اس سے پہلے کئی نوجوان لڑکیاں سیکرٹری، پی اے وغیرہ کے عنوان سے کام کرتی تھیں اب صرف دو مرد بطور معاون کام کر رہے ہیں اور کام اطمینان بخش ہو رہا ہے کیونکہ کام کرنے والے بھی مخلص ہیں اور کام لینے والے بھی خود کام کرنے کی قابلیت رکھنے کے علاوہ کام لینے کی صلاحیت بھی رکھتے ہیں۔
- مخلوط تعلیم ختم ہو جانے کی وجہ سے یونیورسٹی میں خواتین اساتذہ کی ضرورت باقی نہیں رہی مگر سابقہ خواتین اساتذہ کو بے روزگار بھی نہیں کیا گیا انکی متبادل تدریسی ذمہ داری تک ان کے لئے یہ طریقہ اختیار کیا گیا ہے کہ وہ حجاب و نقاب کے ساتھ تھوڑی دیر کے لئے آتی ہیں اور مقررہ جگہ پر جمع ہو کر اپنی حاضری لگاتی ہیں اور پھر چلی جاتی ہیں اور ہر ماہ اپنی تنخواہ وصول کرتی ہیں۔
- یونیورسٹی کی لائبریری وسیع و عریض ہے مگر اس کی کتابوں کی ایک کثیر تعداد روس کے نکلنے کے بعد کی خانہ جنگی میں شیعہ تنظیموں کے ذریعے ایران منتقل ہو چکی ہے اور کچھ کتابیں پاکستان سمیت دنیا کے مختلف ملکوں کی لائبریریوں کی زینت بن چکی ہیں اور جو کتابیں موجود ہیں اُن پر بھی انقلاب زمانہ کے آثار نمایاں ہیں ان کو دیکھ کر اہل ذوق اس تصور پر تڑپ اٹھتے ہیں جس کی بربادی یہ ہے اس کی آبادی کیا ہوگی جس کا زوال یہ ہے اس کا عروج کیا ہو گا۔
- یونیورسٹی میں اس وقت تعلیم بی اے / بی ایس سی تک ہے ایم اے / ایم ایس سی کی کلاسیں ابھی تک بحال نہیں ہو سکیں۔
- تقریباً چھبیس زبانوں کی تدریس کا انتظام ہے مگر اس میں اردو زبان شامل نہیں۔
- یونیورسٹی کے اساتذہ ایثار کا پیکر ہیں گزشتہ سال ان کی تنخواہیں چار لاکھ تا پانچ لاکھ افغانی یعنی تقریباً پانچ سو روپے پاکستانی سے سات سو روپے پاکستانی تک تھیں اس سال تنخواہوں میں چار گنا اضافہ کیا گیا ہے یعنی اب تنخواہیں سولہ لاکھ سے بیس لاکھ تک ہیں اور یہ رقم پاکستانی کرنسی کے مطابق دو ہزار روپے سے اڑھائی ہزار روپے بنتی ہے۔ اس سال مزید اکیس اساتذہ کا تقرر کیا گیا ہے جس سے تعلیمی شعبے کی طرف طالبان حکومت کی توجہ اور دلچسپی اور اس کے ارتقاء کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔
- امارت اسلامیہ افغانستان میں ابتدائی سطح سے یونیورسٹی تک تعلیم مفت ہے۔
- کابل یونیورسٹی کے ہوسٹل میں چار ہزار دو سو طلبہ مقیم ہیں جن کے قیام طعام، کتب، اسٹیشنری

وغیرہ کے تمام اخراجات اور ان کے علاج کی سہولیات کی ذمہ داری حکومت پر ہے۔

- تعلیمی زبان فارسی اور پشتو ہے۔
- امارت اسلامیہ میں دینی مدارس بالخصوص جہادی مدارس کثرت سے قائم کئے جا رہے ہیں اور دنیاوی تعلیم کے اداروں میں دینی تعلیم و تربیت کو لازمی جز کی حیثیت سے شامل کیا گیا ہے۔
- تعلیم کا پہلا مرحلہ بارھویں جماعت تک ہے اور اس کے بعد جو عالم دین بننا چاہتا ہے وہ دینی تعلیم کے ادارے میں داخل ہو جاتا ہے جو جدید علوم کی تعلیم حاصل کرنا چاہتا ہے وہ یونیورسٹی میں داخلہ لے لیتا ہے جو ڈاکٹر اور انجنیئر بننا چاہتا ہے وہ متعلقہ اداروں کا رخ کرتا ہے۔
- بارھویں کے بعد جدید تعلیم کے جس شعبے میں بھی داخلہ لیا جائے اسلامی ثقافت کے عنوان سے دینی نصاب پڑھنا ضروری ہے یہ دینی نصاب: ۱- قرآن مجید کی تجوید، ۲- قرآن مجید کے مفہوم سے آگاہی، ۳- اسلامی عقائد، ۴- تقابلِ ادیان اور دین اسلام کی ترجیحی خصوصیات، ۵- نماز، زکوٰۃ، روزہ، حج، وغیرہ عبادات کے احکام و مسائل، ۶- نکاح اور طلاق کے مسائل، ۷- چاروں فقہی مسلکوں کا مطالعہ اور فقہ حنفی کی امتیازی خصوصیات، ۸- دنیا کے مختلف معاشی نظام اور اسلام کے نظام معیشت کی فوقیت، ۹- دنیا کے مختلف سیاسی نظام اور اسلامی نظامِ خلافت کی فضیلت، ۱۰- اسلامی تاریخی اشخاص کل دس مضامین پر مشتمل ہے۔
- اگر کوئی طالب علم اسلامی ثقافت کے مضمون میں ناکام ہو جائے چاہے اپنے مضمون میں امتیازی پوزیشن ہی کیوں نہ حاصل کر لے وہ بحیثیت مجموعی ناکام تصور ہوتا ہے اسے از سر نو پورا امتحان دوبارہ دینا پڑتا ہے اور اگر اسلامی ثقافت کے مضمون میں کامیاب ہو جائے اور متعلقہ مضمون میں ناکام ہو جائے تو صرف متعلقہ مضمون میں ناکام تصور ہو گا اور دوبارہ تیاری کر کے اس کا ضمنی امتحان دے سکتا ہے ذمہ دار افراد کا کہنا یہ ہے کہ اگر ایک آدمی دنیاوی علوم میں باکمال ہو جائے اور اسے وضو اور غسل کے فرض معلوم نہیں چاہے وہ زندگی بھر نماز پڑھتا رہے اُس کی تو ایک نماز بھی قبول نہ ہو گی اور مرنے کے بعد قبر میں ریاضی، کیمیا، طبیعات کے سوالات نہیں ہوں گے دین کے بارے میں سوالات ہوں گے اور ان سولات میں ناکامی پر جہاں ناکام ہونے والا قابلِ سزا ہے وہاں اس کے اساتذہ اور تعلیمی نگران بھی جواب دہ ہوں گے۔
- امتحانات کے لئے کوئی بورڈ نہیں ہر ادارہ خود امتحان لیتا ہے اور سند دیتا ہے جس ادارے میں داخلہ لینا ہو وہ مطلوبہ اہلیت جانچنے کے لئے سابقہ ادارے کی سند پر انحصار کرنے کی بجائے خود امتحان لیتا ہے گویا کہ سابقہ سند داخلے کی اہلیت کی بجاے امتحان دینے کی اہلیت کا ثبوت ہے۔

یونیورسٹی میں وہاں کے ایک استاد جناب مختار صاحب سے ملاقات ہوئی جن کے بارے میں معلوم ہوا کہ سابقہ دور میں یہ یونیورسٹی کے اُن اساتذہ میں سے تھے جو طلبہ میں دین سے نظریاتی وابستگی قائم کرنے اور اسے برقرار رکھنے کے لئے اندرونِ خانہ کوشاں رہے، اس "جرم" پر انہیں دس سال کی سزائے قید دی گئی پانچ سال پورے ہوئے تھے کہ طالبان کی حکومت آ گئی اور متعدد ناحق قیدیوں کے ساتھ یہ بھی رہا کر

دیئے گئے اور ان کی ملازمت بھی بحال ہو گئی، فارسی اور انگریزی دونوں زبانوں میں رواں گفتگو کی مہارت رکھتے ہیں البتہ اردو سمجھ لیتے ہیں مگر روانی سے بول نہیں سکتے۔

کمیونسٹ نظام حکومت میں عوام جانوروں سے بھی زیادہ بے اختیار و مجبور ہوتے ہیں اور انسانی زندگی کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہوتی مگر افغانستان میں کمیونسٹ انقلاب سے بہت پہلے امان اللہ خان کے دور کا ایک واقعہ مشہور ہے کہ وہ ایک بار جلال آباد میں جیل کے معائنے کے لئے تشریف لے گئے تو ایک قیدی نے رو کر درخواست کی میں ناحق قید ہوں مجھے رہا فرما دیں غازی مرحوم نے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ یہ شخص جرم بست و یک میں قید ہے انہوں نے تعجب سے پوچھا کہ اس کا کون سا جرم ہے بتایا گیا پولیس اکیس قیدیوں کو ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جا رہی تھی کہ ان میں سے ایک قیدی فرار ہو گیا بہت تلاش کیا مگر نہ ملا بست و یک (اکیس) کی نفری پوری کرنے کے لئے اس شخص کو ان قیدیوں میں شامل کر لیا گیا جو کہ دھوبی ہے اور بد قسمتی سے اس وقت اپنے گدھے پر کپڑے لادے وہاں سے گزر رہا تھا اور تین سال سے اندر پڑا ہے۔ غازی مرحوم نے اسے فوراً رہا کرنے کا حکم دیا۔ اگرچہ اس کی رہائی تو عمل میں آ گئی مگر نظام کی خرابی کی وجہ سے نہ تو اس کیفیت کی تلافی ہو سکی جو اس تین سالہ جدائی میں اُس کے گھر والوں پر قیامت بن کر گزرتی رہی اور نہ ہی اس کی ذہنی اذیت اور جسمانی مشقت کا تدارک ہو سکا جس میں وہ شب و روز پستا رہا اور نہ ان افراد کو سزا ملی جو اس کے تین قیمتی سالوں کے ضیاع کے ذمہ دار تھے، یہ خرابی شخص نظامِ حکومت کے مقابلے میں اس جمہوری نظامِ حکومت میں کہیں زیادہ پائی جاتی ہے جو پولیس کے سہارے پر چلتا ہے، جس میں ماورائے عدالت قتل روز مرّہ کا معمول بن جاتا ہے نشۂ اقتدار میں بدمست حکمرانوں کو یہ خیال بھی نہیں رہتا کہ ہو سکتا ہے کہ کل خود میری اولاد کسی فرضی پولیس مقابلے کی بھینٹ چڑھ جائے اور اگر بالفرض دنیا میں مکافاتِ عمل سے بچ بھی گیا تو قیامت کے دن جہاں کوئی دھوکا اور پروپیگنڈہ نہیں چل سکے گا اس خون کی ذمہ داری سے کیسے بچ سکوں گا۔

قریب ہے یارو! روزِ محشر چھپے گا کشتوں کا خون کیوں کر
جو چپ رہے گی زبانِ خنجر لہو پکارے گا آستیں کا

(جاری ہے)

بقیہ از ص 22

مجھے زہر دینے والا وہی شخص ہے جس کو سمجھ رہا ہوں تو اللہ زیادہ انتقام لینے والا ہے اور اگر وہ نہیں ہے تو میں نہیں چاہتا کہ تم کسی بے قصور کو (شبہ) میں قتل کرو (البدایہ والنہایہ صفحہ ۴۲ ج نمبر ۸ بحوالہ المرتضیٰ صفحہ ۳۵۶،۳۵۵

اس روایت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے کسی کے متعلق بھی یہ نہیں کہا اس نے مجھے زہر دیا ہے۔

مولانا محمد مغیرہ جامع مسجد احرار چناب نگر قسط نمبر ۲

مرزا طاہر کی ہفوات اور اُن کا جواب

کیا مرزا غلام احمد قادیانی نے تمام انبیاء بشمول

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل و برتر ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ (معاذ اللہ)

اللہ تعالیٰ نے انسان کو تمام مخلوق پر فضیلت عطاء کی ہے اور انسانوں میں انبیاء و رسل کو اعلیٰ و ارفع مقام عطاء فرما کر اُن کے باہمی مراتب اللہ تعالیٰ نے خود مقرر فرمائے ہیں اور بعض رسل کو بعض پر فضیلت عطاء فرمائی ہے جس پر تمام مسلمانوں کا ایمان ہے۔ اور تمام انبیاء ورسل پر ہمارے آقا حضرت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو سب سے زیادہ مقام و مرتبہ عطاء فرمایا ہے۔

ہمارا ایمان ہے کہ ساری کائنات ایک طرف اور ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام ایک طرف بقول کے

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

اس کے بعد نہ ہم اس پوزیشن میں ہیں کہ کسی سے سنیں کہ فلاں شخص مقام و مرتبہ میں حضور سے اعلیٰ و افضل ہے۔ اور نہ ہی ایسی بد ترین بات کسی کو بتانے کیلئے تیار ہیں کہ فلاں نے حضور سے افضل ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ مگر نہایت ہی کرب و اضطراری پوزیشن میں ہونے کے باعث اپنے دل دماغ پر جبر کرتے ہوئے اپنے مدمقابل دشمن خدا و رسول کا منہ توڑ جواب دینے کیلئے تاکہ کافر کا کفر آشکارا ہو جائے۔ ''نقل کفر کفر نباشد'' کے اصول پر عمل پیرا ہو کر یہ بات نوکِ قلم پر لانے کی جسارت کر رہے ہیں کہ مرزا قادیانی نے اپنی تحریر میں حضور علیہ السلام سے افضل ہونے کا نہ صرف یہ کہ دعویٰ کیا بلکہ توہین رسول کا بھی مرتکب ہوا۔ جسے آپ آئندہ صفحات پر ملاحظہ فرمائیں گے۔ مرزا قادیانی کے قلم سے کئی جلیل القدر انبیاء کی توہین بھی اسکی کتابوں میں مرقوم ہے جس کی تفصیل کسی دوسری نشست میں عرض کروں گا ان شاء اللہ۔

گزشتہ شمارے میں جو کچھ آپ باحوالہ پڑھ چکے اس کے بعد اندازہ ہو چکا ہوگا کہ مرزا قادیانی کیا ہے؟ ایک دجل و تلبیس کا ماہر چالاک اور عیار، جس پر شیطان کی مکمل گرفت تھی، نے کیا کچھ کہا اور اب ان صفحات میں بھی آپ بہت کچھ ملاحظہ فرمائیں گے۔

قارئین محترم۔ مرزا غلام احمد قادیانی ایک دھوکہ باز شیطانی صفات سے مرصع، اپنے خیال میں کیا سے کیا بن بیٹھا آپ بھی دیکھیں گے کہ اس کی اڑان کہاں سے شروع ہو کر کہاں پر ختم ہو رہی ہے اور حیران ہونگے کہ ایسے شخص کو مرزا طاہر اپنا قائد مانتا اور لوگوں کو گمراہ کرتا پھرتا ہے۔ تو لیجئے پڑھیئے کہ مرزا قادیانی کا پہلا قدم کس جگہ سے اٹھتا ہے۔

مرزا قادیانی لکھتا ہے کہ ''میں جانتا ہوں کہ تمام نبوتیں اس پر ختم ہیں'' خزائن جلد نمبر ۲۱ صفحہ ۸۴

قارئین محترم - اس مندرجہ بالا عبارت میں مرزا حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر تمام نبوتیں ختم ہونے کا واضح لکھ رہا ہے۔ مگر کیا کریں اسی جلد نمبر ۲۱ کے چند صفحے مزید الٹائیں تو آپکو صفحہ ۱۸۹ پر ایک عبارت یہ پڑھنے کو ملے گی۔

مرزا کہتا ہے کہ "میں امتی بھی ہوں اور نبی بھی۔" خزائن جلد ۲۱ صفحہ ۱۸۹

قارئین محترم تجربہ کار اور سمجھدار لوگ کہتے ہیں کہ جب صحیح راستہ ہاتھ سے چھوٹ جائے تو سوائے دھکے کھانے کے اور کچھ بھی ہاتھ نہیں آتا مرزا جس نے صحیح راستہ چھوڑ کر شیطانی راستہ پر چلنے کا عزم کیا اب دیکھتے جائیے کہ مرزاجی کیسے کیسے اور کس قدر دھکے کھاتا ہے۔ کہتا ہے "میں اس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اسی نے مجھے بھیجا ہے اور اس نے میرا نام نبی رکھا ہے۔" تتمۃ الوحی صفحہ ۶۸

اس اڑان میں اڑتے اڑتے مرزاجی نے دیکھا کہ مقام و مرتبہ کے اعتبار سے نبی رسول سے کچھ کم مقام رکھتا ہے تو ایک قدم آگے بڑھایا اور بڑے زور دار لہجے میں کہنے لگا کہ "سچا خدا وہی جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا۔" دافع البلا صفحہ ۱۱

اب دیکھئے پہلے کہا کہ حضور علیہ السلام تک سب نبوتیں ختم ہیں اور پھر کہا کہ میں امتی بھی ہوں اور نبی بھی جبکہ اب اس حوالہ میں اس نے خود مستقل رسول ہونے کا اشارہ ہی نہیں بلکہ صاف لفظوں میں رسول ہونے کا اعلان کر دیا کہ "خدا سچا وہی ہے جس نے قادیان میں مرزاجی کو رسول بنا کر بھیجا" معاذاللہ

اگر اللہ یہ کہے کہ میں نے رسالت اور نبوت ختم کر دی ہے تو اسکی سچائی مشکوک بن گئی۔ اللہ کو جب سچا کہا جائے گا کہ وہ مرزا قادیانی کی نبوت کا اقرار کرے وگرنہ ظاہر ہے خدا کی سچائی بھی داؤ پر لگتی نظر آتی ہے۔

قارئین محترم - آپنے دیکھا کہ مرزاجی کا پہلا قدم کیا تھا اور اب کہاں پہنچ گیا ہے۔ مگر مرزاجی ابھی رکا نہیں اس کا جی اس سے بھی نہیں بھرا اور وہ اپنی اڑان میں بہت کمی محسوس کر رہا تھا، اس نے سوچا کہ اگر ایک یتیم مکہ صلی اللہ علیہ وسلم کائنات میں سب سے اعلیٰ وافضل اور ارفع مقام پا سکتے ہیں تو مرزا یہ مقام کیوں نہیں پا سکتا جبکہ وہ نہ ہی یتیم ہے اور نہ ہی بے سہارا بلکہ وہ تو دنیا کے ایسے بادشاہ کا خود کاشتہ پودا ہے جسکی حکومت میں سورج غروب ہی نہیں ہوتا تھا چنانچہ اس نے حضور علیہ السلام کی برابری کا پروگرام بنایا جسے لکھنے میں راقم کے وجود پر کپکپی کی کیفیت طاری ہے، آنکھیں پرنم ہیں اور دل کی دھڑکن تیز ہو چکی ہے مگر اس خیال سے کہ اللہ کرے میری اس کوشش سے کسی کی آنکھیں کھل جائیں۔ اندھیرے میں رہنے والا حقیقت سے آشنا ہو جائے۔ زبان سے توبہ استغفار اور وجود پر طاری کپکپی کے ہوتے ہوئے اور اپنے آپ کو بہ مشکل قابو میں لا کر انتہائی پریشانی کے عالم میں اور نہایت اختصار کے ساتھ مرزاجی کی وہ تحریریں پیش خدمت کر رہا ہوں کہ کیسے وہ اپنے آپکو حضور علیہ السلام کے برابری میں لانے کی جسارت کرتا ہے۔

تو لیجئے۔ پڑھیئے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ۔

وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین۔ کہ ہم نے آپ کو تمام جہانوں کیلئے رحمت بنا کر بھیجا ہے پ ۱۷۔

تو مرزاجی نے اپنے آپ کو حضور کے برابر لانے کیلئے کہہ دیا کہ "اللہ نے مجھے کہا ہے کہ ہم نے تجھے تمام دنیا

پر رحمت کرنے کیلئے بھیجا ہے۔" خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۸۲

وما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی (پ ۲۷ سورۃ نجم)

نہیں بولتا وہ (ہمارا پیغمبر) نفس کی خواہش سے مگر جو کچھ اس پر وحی کیا جاتا ہے۔ اس پر مرزا جی رقم طراز ہے کہ "میرے لیے اللہ نے کہا کہ (وہ مرزا) اپنی طرف سے نہیں بولتا بلکہ جو کچھ تم سنتے ہو یہ خدا کی وحی ہے" اربعین نمبر ۳ ص ۸۴، ۸۵

اللہ تعالیٰ نے ہمارے آقا کو فرمایا۔ ورفعنالک ذکرک (پ ۳۰) (اے پیغمبر) ہم نے تیرے ذکر کو بلند کیا۔ مرزا جی کا خیال ہے کہ اللہ نے اسے کہا ہے چنانچہ مرزا جی رقم طراز ہے۔ "اے مرزا تیرے ذکر کو ہم نے بلند کیا۔ انجام آتھم ص ۵۱"

قرآن مجید میں پندرہویں پارہ کی ابتدائی آیت۔ سبحٰن الذی اسریٰ بعبدہ لیلاً میں اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کے معراج آسمانی کے پہلے حصہ کو ذکر فرمایا کہ پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے کو رات کے ایک تھوڑے سے حصہ میں سیر کرائی مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک۔

مگر مرزا جی کا اصرار ہے کہ مجھے اللہ نے کہا ہے سبحان الذی اسریٰ بعبدہ لیلاً۔ اے مرزا وہ پاک ذات وہی خدا ہے جس نے ایک رات میں تجھے سیر کرائی (حقیقۃ الوحی ص ۸۱)

قارئین کرام: یہ ہے مرزا قادیانی تقریباً ہر وہ آیت جس میں اللہ تعالیٰ نے ہمارے آقا کو مخاطب کر کے انکی شان بیان کی ہے مرزا نے جھٹ اسے اپنی وحی بنا کر اسکو اپنے لیئے ذکر کر دیا ہے جسکی تفصیل بڑی طویل ہے مگر اس سے زیادہ ذکر کرنے کی ہمت نہیں ہو رہی عقل مند کیلئے اتنا ہی کافی ہے۔

قارئین کرام! جو کچھ ہم نے اوپر ذکر کیا اس سے صرف مرزا طاہر کو ہی جواب دینا مقصود نہیں بلکہ اپنے قارئین کو بھی مطلع کرنا ہے کہ یہ ہے وہ بد ذات مرزا غلام احمد قادیانی اس جیسا شیطان، مکار، دجال اور کذاب دنیا میں آج تک پوری کائنات میں پیدا ہی نہیں ہوا۔ جس نے اتنی جرأت کر ڈالی کہ سرور کائنات حضرت نبی کریم علیہ السلام کے برابر اپنے آپکو پیش کر دیا (معاذ اللہ)

قارئین کرام! مندرجہ بالا تحریریں آپ پڑھ چکے ہیں اور یقیناً آپ صدمہ سے چور چور ہو چکے ہوں گے۔ ہمیں آپ کے ایمانی کیفیات کی قدر ہے اللہ تعالیٰ آپ کے ایمان میں اور محبت رسول میں اضافہ فرمائے۔

مرزا غلام احمد قادیانی کا خمیر چونکہ گورنمنٹ برطانیہ سے اٹھا ہے اور برطانیہ کی حکومت اس وقت عروج پر تھی اور مرزا جی نے بھی اپنے آپکو عروج پر ہی دیکھنا چاہا اور چاہا کہ کائنات میں سب سے بڑھ کر وہی ہوں اس لئے اس ظالم کا حضور علیہ السلام کے مرتبہ میں برابری کے دعویٰ سے پیٹ نہیں بھرا تو بدذات نے حضور علیہ السلام سے افضلیت اور برتری کی جسارت اس انداز سے کی وہ لکھتا ہے کہ۔

"اسلام ہلال کی طرح شروع ہوا اور مقدر تھا کہ انجام کار آخر زمانہ میں بدر ہو جائے خدا تعالیٰ کے حکم سے پس خدا تعالیٰ کی حکمت نے چاہا کہ اسلام اس جلدی میں بدر کی شکل اختیار کرے جو شمار کی رو سے بدر کی طرح مشابہ ہو

(یعنی چودھویں صدی)
پس ان ہی معنوں کی طرف اشارہ ہے خدا تعالیٰ کے اس قول میں
لَقد نصرکم الله ببدر خزائن جلد نمبر ۱۶ ص ۲۷۵،۲۷۶
قارئین محترم! اس مندرجہ بالا عبارت میں شروع اسلام کو مرزا جی نے ہلال کے ساتھ تشبیہ دی جو حضور علیہ السلام کا زمانہ تھا جبکہ چودھویں صدی کے اسلام جو اس کے بقول مرزا جی کا دور نبوت (کاذبہ) ہے کو بدر کے ساتھ مرزا جی نے تشبیہ دی ہے، اور واضح ہو کہ ہلال پہلی اور دوسری تاریخ کے چاند کو کہتے ہیں۔ جبکہ بدر پورے چاند کو (جو چودھویں۔ پندرھویں رات کو ہوتا ہے) کو کہتے ہیں۔ آپ خود فیصلہ کریں کہ حضور علیہ اسلام کے زمانہ کے اسلام کو جو کہ حضور علیہ السلام کے وجود کی برکت سے سب سے اعلیٰ اور افضل اسلام کا دور تھا اسکو اپنے دور نبوت کاذبہ کے دور سے گھٹیا پیش کرنا چاہ رہا ہے تو ظاہر ہوا کہ مرزا قادیانی اپنے وجود کو اور اپنے مرتبے کو حضور علیہ السلام کے مرتبے سے بڑھا رہا ہے (معاذ اللہ)
قارئین کرام! حضور علیہ السلام سے برتری کی جسارت ایک اور انداز سے ملاحظہ فرمائیں اور ظاہر ہے کہ فتح مبین کا وقت ہمارے نبی کریم کے زمانہ گزر گیا اور دوسری فتح باقی رہی جو کہ پہلے غلبہ سے بہت بڑی اور زیادہ ظاہر ہے اور مقدر تھا کہ اس کا وقت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کا وقت ہو۔ خزائن جلد ۱۶ ص ۲۸۸
اس عبارت میں مرزا جی ایک ایسی فتح کا ذکر کر رہا ہے جو حضور کے زمانہ میں ہوئی دوسری فتح وہ ہے جو حضور کی فتح سے بہت بڑی تھی اور وہ مرزا قادیانی کے وقت کی فتح ہے۔

نیز برتری کی جسارت ایک اور انداز سے:

ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت نے پانچویں ہزار میں اجمالی صفات کے ساتھ ظہور فرمایا اور وہ زمانہ اس روحانیت کی ترقی کی انتہا نہ تھی بلکہ اس کے کمالات کے معراج کیلئے پہلا قدم تھا پھر اس روحانیت نے چھٹے ہزار کے آخر میں یعنی اس وقت پوری طرح سے تجلی فرمائی۔ خزائن جلد ۱۶ ص ۲۶۶
اس مندرجہ بالا عبارت سے یہ واضح ہوا کہ حضور علیہ السلام کے وقت روحانیت کمال درجے پر نہ تھی بلکہ اس وقت یعنی مرزا جی کے وقت روحانیت نے پوری طرح تجلی فرمائی۔
قارئین کرام! تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ حضور علیہ السلام سراج منیر بن کر آئے اور آپکے وجود سے ایسا نور پھوٹا کہ ساری کائنات روشن ہو گئی لیکن معاذ اللہ مرزا اپنی برتری ظاہر کرنے کیلئے لکھتا ہے۔ "مبارک وہ جس نے مجھے پہچانا میں خدا کی سب راہوں میں سے آخری راہ ہوں اور اس کے سب نوروں میں سے آخری نور ہوں بد قسمت وہ جو مجھے چھوڑتا ہے کیونکہ میرے بغیر سب تاریکی ہے۔" خزائن جلد نمبر ۱۹ ص ۶۱
اس عبارت میں مرزا نے معاذ اللہ اپنے وجود کو نور ظاہر کر کے باقی سب کو تاریکی کہہ دیا تو معاذ اللہ حضور کا راستہ بھی تاریکی ہوا۔

مرزا قادیانی کا معاذاللہ حضور علیہ السلام سے کھلے لفظوں برتری کا دعویٰ:

مرزا جی نے تحفہ گولڑویہ خزائن جلد نمبر ۱۷ ص ۱۵۳ پر حضور کے تین ہزار معجزات ذکر کیئے۔ جبکہ خزائن جلد نمبر ۲۹ ص ۳۴۳ پر مرزا اپنے متعلق لکھتا ہے جس شخص کے ہاتھ سے اب تک دس لاکھ سے زیادہ نشان ظاہر ہو چکے ہیں اور ہو رہے ہیں۔ ایسے ہی ایک جگہ رقم طراز ہے:

ان چند سطروں میں جو پیشگوئیاں ہیں وہ اس قدر نشانوں پر مشتمل ہیں جو دس لاکھ سے زیادہ ہونگے (خزائن جلد نمبر ۲۱ ص ۷۳

ایک اور انداز سے:

مرزا جی کہتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کی تائید کیلئے تو صرف چاند کے خسوف کا نشان ظاہر کیا جبکہ میرے لئے اللہ نے چاند اور سورج دونوں کے خسوف کے نشان کو ظاہر کیا چنانچہ مرزا قادیانی کا شعر ہے۔

له خسف القمر المنير وان لی

غساالقمران المشرقان اتنکر

ترجمہ: اس (نبی کریم) کیلئے چاند کے خسوف کا نشان ظاہر ہوا اور میرے لئے چاند اور سورج دونوں کا، اب کیا تو انکار کریگا۔ خزائن جلد نمبر ۱۹ ص ۱۸۳

اس سے کیا واضح ہوا کہ حضور کیلئے آسمان پر صرف ایک نشان ظاہر ہوا جبکہ مرزا جی کی نبوت و رسالت (کاذبہ) کیلئے آسمان پر دو نشان ظاہر ہوئے تو جس کیلئے زیادہ نشان ظاہر ہوئے وہی برتر ٹھہرا۔ ایک اور انداز سے مرزا جی کہتا ہے۔ آسمان سے کئی تخت اترے مگر تیرا تخت سب سے اونچا بچھایا گیا۔ تذکرہ ص ۳۴۶ قدیم۔

قارئین کرام! مرزا جی کی تحریریں انکی کتابوں کے حوالہ سے آپ کے سامنے پیش کر دی گئیں جن کو دوبارہ سہ بارہ پڑھیں اور غور کریں کہ ان مندرجہ بالا تحریروں میں واضح طور پر مرزا قادیانی نے اپنے آپکو مختلف انداز سے معاذاللہ حضور علیہ السلام سے افضل و برتر نہیں ظاہر کیا؟ واضح رہے کہ قادیانی امت کے ہاں یہ مندرجہ بالا مسئلہ کوئی مسئلہ ہی نہیں جس کو ہم اس قدر پریشان کن محسوس کر رہے ہیں بلکہ قادیانیوں کے نزدیک تو صرف مرزا قادیانی ہی نہیں بلکہ ہر شخص ترقی کر سکتا ہے اور بڑے سے بڑا درجہ پا سکتا ہے بلکہ حضور علیہ السلام سے بھی مرتبہ کے اعتبار سے بڑھ سکتا ہے (معاذاللہ) مرزا طاہر دجل و تلبیس اور فریب کاری اور عیاری سے کام لے رہا ہے جو انکو وراثت میں ملی ہے۔

کیوں مرزا طاہر یہ بات صحیح ہے کہ آپ پر الزام ہے۔؟

مرزا طاہر جی! حقیقت کو مت چھپاؤ اور ایک دفعہ زحمت کرو اور اپنی لائبریری سے ۱۹۲۲ء کی فائل روز نامہ الفضل کی منگوا کر دیکھو ۱۷ جولائی کا شمارہ نکالیں اور اسکو ترتیب سے پڑھنا شروع کریں اور اپنے باپ مرزا بشیر الدین سے منسوب یہ تحریر پڑھیں۔

یہ بالکل صحیح بات ہے کہ ہر شخص ترقی کر سکتا ہے اور بڑے سے بڑا درجہ پا سکتا ہے حتیٰ کہ محمد رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی بڑھ سکتا ہے۔ روزنامہ الفضل ۱۷ جولائی ۱۹۲۲ء

مرزا طاہر عقل اور ہوش سے کام لو حقیقت کو کب تک چھپاؤ گے

وہ دیکھو تمہارے دادا مرزا غلام احمد قادیانی کے سامنے اسکا ایک خاص مرید قاضی ظہور دین آف گولیکے نے جلسہ میں ایک نظم پڑھی جس میں یہ شعر ہیں۔

محمد پھر اتر آئے ہیں ہم میں
اور آگے سے ہیں بڑھ کر شان میں
محمد دیکھنے ہوں جس نے اکمل
غلام احمد کو دیکھے قادیان میں

قارئین توجہ کریں۔ ایک محمد صلی اللہ علیہ وسلم وہ ہیں جو مکہ میں پیدا ہوئے اور خاتم الانبیاء ہوئے اور مرزا جی کے بقول انکا نام اللہ نے محمد رکھا تو اب دوبارہ اس شعر کو ملاحظہ فرمائیں

محمد دیکھنے ہوں جس نے اکمل
غلام احمد کو دیکھے قادیاں میں

کہ مکہ والے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کامل وہ محمد ہے جو غلام احمد قادیاں میں ہے۔ (معاذ اللہ)

ایسی پریشان کن تحریریں پڑھنے کے بعد مرزا طاہر خود فیصلہ کریں اور عام قاری بھی فیصلہ دے کہ کیا مرزا غلام احمد قادیانی نے معاذ اللہ حضور علیہ السلام سے برتر ہونے کا دعویٰ نہیں کیا اور کیا مرزا بشیر الدین نے نہیں کہا کہ ہر شخص ترقی کر سکتا ہے حتیٰ کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی مرتبہ میں بڑھ سکتا ہے اب بتاؤ مرزا طاہر کا کیا خیال ہے جھوٹا کون ہے اور لعنت کس پر پڑنی چاہیئے۔

قارئین کرام! مرزا قادیانی کی ایک خوفناک جسارت جو حضور علیہ السلام کی کھلی توہین اور اپنی برتری پر مبنی ہے ملاحظہ فرمائیں جس کا تعلق قبر کے ساتھ ہے کہ مرزا قادیانی اپنی قبر کے بارے کیا کہہ رہا ہے اور پھر معاذ اللہ حضور علیہ السلام کی قبر مبارک کے بارے کیا بکواس کر رہا ہے۔

مرزا غلام احمد قادیانی اپنی قبر کے متعلق:

اور مجھے ایک جگہ دکھلا دی گئی کہ یہ تیری قبر کی جگہ ہو گی ایک فرشتہ میں نے دیکھا کہ وہ زمین کو ناپ رہا ہے تب ایک مقام پر اس نے پہنچ کر مجھے کہا کہ یہ تیری قبر کی جگہ ہے پھر ایک جگہ مجھے ایک قبر دکھلائی گئی کہ وہ چاندی سے زیادہ چمکتی تھی اور اسکی تمام مٹی چاندی کی تھی تب مجھے کہا گیا کہ یہ تیری قبر ہے خزائن جلد نمبر ۲۰ ص ۳۱۰

اور چونکہ اس قبرستان کیلئے بڑی بھاری بشارتیں مجھے ملی ہیں اور نہ صرف خدا نے یہ فرمایا کہ مقبرہ بہشتی ہے

بلکہ یہ بھی فرمایا کہ، اُنزِلَ فِیہا کل رحمہ یعنی ہر ایک قسم کی رحمت اس قبرستان میں اتار دی گئی ہے۔ خزائن جلد نمبر ۲۰ الوصیہ ص ۲۰

ان مندرجہ بالا دونوں تحریروں سے جو واضح ہوا وہ یہ کہ مرزا کی قبر ایک فرشتے نے دکھلائی کہ وہ چاندی سے زیادہ چمکتی تھی اور اسکی تمام مٹی چاندی کی تھی اور مرزے کی قبر کو بہشتی مقبرہ کہا گیا اور یہ بھی کہا گیا کہ اس قبرستان میں ہر قسم کی رحمت اتاری گئی ہے۔ یہ مرزا کا خیال اپنی قبر سے متعلق ہے۔

جبکہ یہ انگریز کا خود کاشتہ پودا حضور علیہ السلام کی قبر مبارک سے متعلق یوں رقم طراز ہے کہ "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چھپانے کیلئے ایک ایسی ذلیل جگہ تجویز کی جو نہایت متعفن اور تنگ اور تاریک اور حشرات الارض کی نجاست کی جگہ تھی"۔ تحفہ گولڑویہ ص ۱۱۹ حاشیہ"

قارئین کرام! آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ مرزا قادیانی جرأت کر کے حضور علیہ السلام کی قبر کو ذلیل جگہ متعفن، تاریک، حشرات الارض کی نجاست کی جگہ قرار دے رہا ہے "معاذاللہ" اسکے علاوہ توہین کس کو کہتے ہیں۔

قارئین کرام: مرزا طاہر تو اتنے اندھے ہو چکے ہیں کہ بینائی کا ملنا مشکل ہے آپ تو ماشاءاللہ بینائی رکھتے ہیں آپ مرزا جی کے اپنی قبر سے متعلق ریمارکس اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر سے متعلق جو کچھ اس نے کہا تقابل کریں۔ اور فیصلہ کریں کہ وہ کتنی جسارت کر گیا ہے جبکہ حضور علیہ السلام نے فرمایا قبر جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے یا جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ایک عام مسلمان آدمی کیلئے جس کی زندگی اطاعت رسول میں گزری اس کیلئے یہ مقام بیان کیا گیا جبکہ حضور علیہ السلام تمام مخلوقات میں سے اعلیٰ افضل برتر اور آپ نے فرمایا

" ما بین بیتی و منبری روضه من ریاض الجنه " (حدیث)

جسکا مفہوم یہ ہے کہ میرے گھر اور میرے ممبر کے درمیان کا حصہ جنت کے باغ میں سے ہے یعنی یہ جگہ ہی جنت کا حصہ ہے پھر اس حصہ سے متعلق اتنی جسارت کہ وہ ذلیل جگہ متعفن تاریک حشرات الارض کی نجاست کی جگہ العیاذ باللہ توبہ توبہ۔ (جاری ہے)

ماہانہ مجلس ذکر

۲۵ مئی، بروز جمعرات، بعد از عشاء دارِ بنی ھاشم مہربان کالونی ملتان۔ میں ماہانہ مجلس ذکر منعقد ہوگی۔ اس موقع پر امیر احرار حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم اصلاحی بیان بھی فرمائیں گے۔ احباب و متعلقین جمعرات نماز مغرب تک پہنچ جائیں

المعلن: ناظم مدرسہ معمورہ ملتان فون: 511961 - 061

ابو معاویہ رحمانی

ہاتھی کے دانت کھانے کے اور دکھانے کے اور

یہ مشہور مقولہ بچپن میں پڑھا تو سمجھ نہ آیا، مگر اب جب مجھے بائیسویں "شہداء ختم نبوت کانفرنس" میں شرکت کے لیے چناب نگر جانا ہوا تو وہاں کچھ سوچنے کا موقع ملا اور پھر مجھے ملک میں دین کے نام پر کام کرنے والی ہر تنظیم، گروہ اور فرقہ ہاتھی کے دانت والے مقولے کی طرح سمجھ آنے لگا۔ جس تفصیل کچھ اس طرح سے ملاحظہ فرمائیں۔

اس کانفرنس میں شمولیت کیلئے میرے ساتھ کارکنان احرار کے ساتھ ساتھ نئے رضاکار بھی شامل تھے۔ جب ہم چناب نگر میں داخل ہوئے۔ تو ان کارکنان احرار نے مجھ سے مرزا قادیانی کے بارے میں چند سوالات کیے۔ میں نے اپنی سمجھ کے مطابق انہیں مرزا قادیانی کے متعلق معلومات فراہم کیں۔ ذیل میں وہی تاثرات نقیب ختم نبوت کے حوالے کر رہا ہوں۔

قطع نظر اس سے مرزا قادیانی ایک شریف انسان تھا یا نہیں؟ ہمیں اس سے کیا، خود مرزا کی اپنی زبانی سن لیں کہ وہ اپنے آپ کو کیا کہتا ہے۔ براہین احمدیہ ج ۵ ص ۱۲۷ پر مرزا شعر کہتا ہے۔

کرم خاکی ہوں میرے پیارے نہ آدم ہوں
ہوں بشر کی جائے نفرت اور انسانوں کی عار

دوسرا شعر ہے کہ (براہین احمدیہ ص ۱۳۳ ج ۵۔)

میں کبھی آدم، کبھی موسیٰ، کبھی یعقوب ہوں
نیز ابراہیم ہوں نسلیں ہیں میری بے شمار

پہلے شعر میں مرزا جی نے آدم زاد ہونے سے انکار کیا ہے جبکہ انسان کو اللہ تعالیٰ نے اشرف المخلوق فرمایا ہے اور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی فضیلت یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب عالم ارواح میں نبی آخرالزمان کی امت کی فضیلت دیکھی تو اللہ تعالیٰ سے اس امت میں ہونے کی آرزو کی جسے شیخ سعدی رحمتہ اللہ علیہ نے یوں بیان فرمایا ہے کہ

چوں بشانش نگاہ موسیٰ کرد
شدن از امتش تمنا کرد

لیکن مرزا جی تو امت محمدی تو کیا خود آدم زاد ہونے سے بھی انکار کر رہا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ اگر مرزا جی آدم زاد نہیں ہیں تو پھر کیا چیز ہے؟ اس شعر کے دوسرے مصرعہ میں کہتا ہے کہ میں "بشر کی جائے نفرت

ہوں"۔ آدم زاد ہونے سے توانکار ہے مگر اپنے آپ کو بشر کی جائے نفرت قرار دے رہا ہے۔ حالانکہ اسے تو کسی اور جنس (مثلاً گدھا، گھوڑا) کی جائے نفرت بننا چاہیئے تھا۔

دوسرے شعر اور پہلے شعر میں تضاد واضح ہے پہلے شعر میں آدم زاد سے انکار ہے دوسرے شعر میں اشرف المخلوقات کی ممتاز و اعلیٰ شخصیات کی صف میں شامل ہونے کا دعویٰ ہے۔ یعنی کبھی آدم علیہ السلام کبھی موسیٰ علیہ السلام کبھی یعقوب علیہ السلام اور ابراہیم علیہ السلام، یہ ہے مرزا قادیانی کی باتوں میں تضاد۔ کہ یقینی بات ہے کہ یہ انبیاء علیہم السلام تو آدم زاد ہی تھے، اور خود مرزا صاحب کیا تھے؟ ہاتھی کے دانت دکھانے کے اور کھانے کے اور۔؟

غرض یہ کہ مرزا جی کو خود اپنے آپ پر بھی یقین نہیں کہ وہ کیا ہیں؟ پھر دعویٰ نبوت، بشر کی جائے نفرت بننے کے بعد دعویٰ نبوت یہ کونسی عقل مندی ہے فارسی کا مقولہ مشہور ہے کہ

دروغ گورا حافظہ نباشد

مرزا جی اس کا صحیح مصداق ہیں مرزا جی بشر نہیں تھے بلکہ جنات میں سے ہوں کیونکہ جنات کی سی بولی بولتے ہیں کبھی کسی ایک بات پر قائم نہیں رہے۔ غرض مرزا جی ایک ڈھیٹ متنفس تھے۔ اور اس ہاتھی کے دانت والے قول کا مصداق تھے۔

○

اب آئیے شیعہ حضرات کی طرف یہ حضرات بھی اپنے آپ کو مومن کہلواتے ہیں اور پھر اپنی مظلومیت کا ڈھنڈورا پیٹتے ہیں کہ "جی دیکھا ہمیں کافر کہا جارہا ہے حالانکہ کسی مسلمان کو کافر کہنے سے کہنے والا خود کافر بن جاتا ہے۔" بات واقعی درست ہے کہ کسی مسلمان کو کافر کہنا خود کفر ہے ہم انہیں کافر کہتے نہیں بلکہ بتاتے ہیں۔ کہ یہ لوگ کافر ہیں۔ اس لیئے کہ فارمولا وہی ہے کہ کسی مسلمان کو کافر کہنے والا خود کافر ہے تو آئیے دیکھیں کہ شیعہ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو برا بھلا نہیں کہتے؟ نعوذ باللہ ثم نعوذ باللہ۔ کیا یہ لوگ افضل البشر بعد الانبیاء، خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیقؓ کو مسلمان سمجھتے ہیں؟ حالانکہ حضرت ابوبکر سمیت تمام صحابہ کرام نبوت کے گواہ ہیں جب گواہ درست نہیں تو نبوت کیسے درست رہ سکتی ہے۔ افضل الصحابہ کو مسلمان نہ سمجھنے والا کیسے مسلمان ہے ہم تب صرف یہ کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ کو برا بھلا کہنے والا مسلمان نہیں ہم تو صرف بتاتے ہیں کہ ایسے لوگ مسلمان نہیں ہیں۔ صحابہ کرامؓ جن کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں معیار حق فرمایا ہے فرمان باری ہے۔ فان آمنو ا بمثل ما آمنتم بہ فقد اھتدو اگر ایمان لانا ہے صحابہ کرام جیسا ایمان لاؤ پھر ہدایت کو پاؤ گے۔

دوسرا فرمان ہے کہ رضی اللہ عنھم و رضوا عنہ یعنی اللہ تعالیٰ تو ان کو اپنی رضامندی کا سرٹیفکیٹ دے رہے ہیں اور یہ کم بخت کہتے ہیں کہ یہ گروہ صحیح نہیں تھا نعوذ باللہ۔ پھر اب بھی کہتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں یہ لوگ تو نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی (۲۳) تیئیس سالہ محنت شاقہ کو صرف پنجتن پر ہی محدود کرتے ہیں اور وہ بھی

صرف اپنے ہی گھر کے افراد۔

جنرل ضیاء الحق نے جب اپنے دور اقتدار میں عشروز کوۃ کمیٹیاں بنائی تھیں اور بنک کے ذریعہ زکوۃ کی وصولی شروع کرائی تو شیعہ حضرات نے کہا تھا کہ ہم زکوۃ نہیں دیں گے نیز یہ کہ جو شخص بھی سنی ہونے کے باوجود یہ کہہ دے کہ میں شیعہ ہوں تو اس سے بھی زکوۃ نہ کاٹی جائے اور ساتھ یہ کہ شیعہ مسلک کے لوگ زکوۃ لے سکتے ہیں مگر ادا نہیں کریں گے۔ یہ سب مطالبات حکومت وقت نے تسلیم کر لئے بلکہ تسلیم کرائے گئے سوچنے کی بات یہ ہے کہ دینے کی باری آئی تو انکار اور جب لینے کی باری آئی تو یہ سب سے زیادہ مستحق اور صف اول میں آخر یہ کیوں؟

اس کے علاوہ ان لوگوں نے مطالبہ کیا کہ سکول میں پڑھائے جانے والے نصاب تعلیم میں شیعہ بچوں کیلئے نصاب تعلیم جدا کیا جائے یہ مطالبہ بھی حکومت وقت کو تسلیم کرنا پڑا اور ایک ہی کلاس میں بچے دینیات علیحدہ علیحدہ پڑھ رہے ہیں مطلب یہ ہوا کہ شیعہ حضرات کا دین الگ ہے جس کی وجہ سے انہوں نے اپنے بچوں کو علیحدہ کر کے اپنا دین پڑھانا شروع کردیا ہے۔ اب تھوڑا سا موازنہ کرکے دیکھ لیں کہ اہل سنت والجماعت کے ساتھ کس مقام پر اکٹھے ہوتے ہیں سب سے پہلے کلمہ انکا الگ ہے، اذان میں انہوں نے علی ولی اللہ و خلیفۃ بلا فصل کا اضافہ کر کے اذان الگ بنالی نماز پڑھنے کا طریقہ الگ، وضو کرنے کا طریقہ الگ ،(یہ حضرات وضو پاؤں سے شروع کرتے ہیں) روزے کا وقت انکا سنی المسلک سے دس منٹ قبل شروع ہو کر دس منٹ بعد ختم ہوتا ہے۔ کونسی چیز جس میں انکا ہمارے ساتھ اتفاق ہوتا ہے ہر چیز میں اہلسنت والجماعت سے الگ ہونے کے باوجود بھی کہتے ہیں کہ ہم مسلمان اور مومن ہیں اور یہ راگ الاپتے ہیں کہ دیکھو جی ہمیں کافر کہا جارہا ہے۔ اس پر بھی میں صرف یہی کہوں گا کہ ہاتھی کے دانت دکھانے کے اور کھانے کے اور۔

○

اب آئیے اپنے آپ کو اہل حدیث کہلوانے والوں کی طرف ان کا دعویٰ ہے کہ ہم حدیث پر عمل کرتے ہیں ان کے نزدیک قرآن و حدیث کے سوا فقہاء و مجتہدین اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اجماع امت یا اجماع صحابہؓ کا کوئی اعتبار نہیں جبکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں صحابہ کرامؓ کے بارے میں فرمایا ہے کہ فان آمنوا بمثل ماآمنتم به

یعنی صحابہ کرامؓ جیسا ایمان لاؤ۔ یہ تقلید صحابہ کا حکم نہیں ہے تو اور کیا ہے۔؟؟

قرآن مجید میں دوسری جگہ ارشاد ہے کہ (ترجمہ) اے ایمان والو تم کہنا مانو اللہ کا اور کہنا مانو پیغمبر علیہ الصلواۃ والسلام کا اور اولی الامر (دین کے مجتہدوں) کا جو تم میں سے ہیں کتب تفسیر میں اولی الامر کی تفسیر دو طرح کی آئی ہے۔ دنیاوی حکام یعنی بادشاہان اسلام باعتبار سیاست کے اور دینی حکام یعنی علما مجتہدین باعتبار علم ظاہری اور شیوخ طریقت باعتبار علم باطنی۔ مگر یہاں پر علماء مجتہدین کو مراد لینا زیادہ راجح ہے۔ کیونکہ دنیاوی و دینی حکام میں خود مختار نہیں بلکہ علماء شریعت کے فتووں پر چلنے کے مکلف ہیں۔ لہذا علماء

شریعت دنیاوی حکام کے بھی حاکم ہوئے۔

تفسیر بیضاوی کے حاشیہ میں الذین یستنبطو نہ منھم کے اوپر لکھا ہے ھم العلماء المجتہدون (وہ مجتہد علماء ہیں) جب یہ معلوم ہوا کہ شرع کے اولی الامر مجتہدین ہیں اور یہ امر ظاہر ہے کہ اتباع اس وقت تک کیا جاتا ہے جب تک تابع متبوع کے درجہ کو نہ پہنچے۔ تو اس آیت کریمہ سے صاف ثابت ہوا کہ وہ مسلمان جو خود مجتہد نہیں اس کو کسی مجتہد کا حکم بجالانا اور کہنا ماننا واجب ہے۔ اب ان غیر مقلدین کے مذہب کا مختصر تعارف حاضر ہے۔

غیر مقلدین کے نزدیک کافر کا ذبح کیا ہوا جانور حلال ہے اس کا کھانا جائز ہے (دلیل الطالب ص ۴۱۳ مولفہ نواب صدیق حسن خان غیر مقلد۔)

غیر مقلدین کے نزدیک خشکی کے وہ تمام جانور حلال ہیں جن میں خون نہیں (بدور الاہلہ ص ۳۴۸)

غیر مقلدین کا مذہب ہے کہ مرد ایک وقت میں جتنی عورتوں سے چاہے نکاح کر سکتا ہے اس کی حد نہیں کہ چار ہی ہوں (ظفر الملاضی ص ۱۴۱-۱۴۲)

غیر مقلدین کے نزدیک اگر کوئی قصداً نماز چھوڑے اور پھر اس کی قضا کر لے تو قضا سے کچھ فائدہ نہیں اور وہ نماز اس کی مقبول نہیں اور نہ اس کا نماز قضا کرنا اس کے ذمہ واجب ہے وہ بے چارا ہمیشہ گنہگار رہے گا۔ (دلیل الطالب ص ۲۵۰)

تراویح ان کے نزدیک آٹھ رکعت ہے جبکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ سے لیکر آج تک اجماع امت ہے لیکن ان کے نزدیک تو اجماع صحابہ اور اجماع امت کچھ نہیں چلو ایک منٹ کیلئے مان لیں کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ السلام نے آٹھ رکعات تراویح پڑھائی تھیں اب دیکھنا ہے کہ وہ آٹھ رکعت ختم کس وقت ہوئیں تھیں۔؟ صحابہ کرام فرماتے ہیں کہ نماز اتنی لمبی تھی کہ ہمیں سحری کے فوت ہونے کا ڈر ہونے لگا یعنی ساری رات نماز میں گزر گئی اور یہ حضرات ایک گھنٹہ سے قبل فارغ ہو کر بستر پر پہنچ جاتے ہیں۔ پھر دوسرا سوال یہ ہے کہ آپ تو حدیث پر عمل کرنے والے ہیں حدیث میں تو ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف تین راتیں نماز تراویح پڑھائیں آپ پھر پورا مہینہ کیوں جماعت کا اہتمام کرتے ہیں؟ آپ بھی تو حدیث پر عمل کر کے صرف تین رات نماز تراویح پڑھ کر بقیہ رمضان آرام کریں۔ دراصل یہ لوگ صحابہ کرام کو مجتہد نہیں مانتے یہ اہل حدیث کی بجائے الحدید کہلوانے کے حق دار ہیں دوسرے الفاظ میں یہ کہ ظاہراً تو حدیث کے عامل کہلواتے ہیں لیکن بات وہی کہ ہاتھی کے دانت کھانے کے اور دکھانے کے اور۔

O

ایک روز مجھے فتح پور میں نماز ظہر پڑھنے کا اتفاق ہوا ایک مسجد میں نماز پڑھی نماز سے فراغت کے بعد مسجد کی دیواروں پر چند شعر لکھے ہوئے تھے سب سے پہلے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں عربی کا مشہور شعر بلغ العلیٰ بکمالہ نظر آیا جسے کاتب کی کمال قابلیت کہہ لیجئے یا کمال جہالت بہر حال کتابت یوں تھی بلغلعلی بکمالہ۔

اور کشف الدجیٰ کو کشفادحی لکھا ہے جو سراسر غلط ہے اور لفظ صحیح بنتے ہی نہیں۔ خیر اصل بات یہ ہے کہ یہاں پر تین شعر لکھے ہوئے ہیں پہلا تو بالکل صحیح ہے باقی دو شعر قابل توجہ ہیں شعر حاضر خدمت ہیں۔

گزرے جس راہ سے وہ سید والا ہو کر
رہ گئی ساری زمین عنبر سارا ہو کر
تو ہے سایہ نور کا ہر عضو ٹکڑا نور کا
سایے کا سایہ نہ ہوتا ہے نہ سایہ نور کا
یہ ہم کہتے ہیں دنیا میں محمد آئے بے سایہ
خدا جانے محمد تھے یا سایہ تھا نور کا

لیجیئے؟ جناب اب تو جھگڑا ہی ختم ہے بشر اور نور کا شاعر تو کہتا ہے کہ معلوم ہی نہیں کہ کیا تھے محمد تھے یا نور کا سایہ تھے فیصلہ اب قارئین کرام خود کریں کہ اب اسے کیا کہیں ایمان کا خطرہ ہے ایمان کا ڈر ہے اس عقیدہ والے لوگوں سے سوال ہے کہ کیا تھے؟ کسی نتیجہ پر پہنچتے ہوں تو وضاحت کر دیں۔ کیا یہ بھی یوں تو نہیں کہ ہاتھی کے دانت کھانے کے اور دکھانے کے اور۔

○

اب آئیے معاشرہ کی طرف ہر محکمے میں یہ مقولہ فٹ آئے گا۔ کسی دفتر میں چلے جائیں آپکو باہر دیوار پر یہ حدیث لکھی ہوئی نظر آئے گی۔ اَلرَّاشِی وَالمر تَشِی کلّا هما فِی النَّار

یعنی رشوت لینے والا اور دینے والا دونوں جہنمی ہیں۔ لیکن اندر تو بات پیسے سے چلے گی کلرک سے لیکر اعلیٰ افسر تک حق الخدمت یا مٹھائی طلب کرتے ہیں اب یہ تو رشوت نہیں ہے؟ پتہ نہیں رشوت کیا بلا ہوتی ہے۔ یا دفتر میں پر نمبر چلتے ہیں اعلیٰ افسروں کے دفتر میں اب نمبر چلتے ہیں اور ان کے ایجنٹ بیٹھے ہوئے ہیں۔ اور وہ نمبر پر کام کرتے ہیں اور انکو معلوم ہوتا ہے کہ اس کام کیلئے صاحب اتنی رقم پر کام کرتے ہیں تو وہ نمبر ہی بولیں گے۔

یہ بھی تو ہاتھی کے دانت کی طرح کام ہو رہا ہے رشوت کا نام بدل کر حق الخدمت، مٹھائی یا نمبر پر کام ہو رہا ہے۔

اب ذرا نگاہ پھیریں دوکاندار کی طرف دوکان پر آپکو اشیاء کی قیمت کی لسٹ چسپاں نظر آئے گی لیکن دوکاندار کا ریٹ اس لسٹ سے مختلف ہوگا اگر کوئی خریدار لسٹ کو دیکھ کر ریٹ کی طرف توجہ دلائے تو اسے مروجہ جواب ملے گا کہ جی یہ لسٹ پرانی ہے اب ریٹ بڑھ گئے ہیں مطلب یہ کہ دکھلانے کیلئے ریٹ لسٹ اور ہے اور خرید و فروخت تازہ ریٹ پر ہو رہی ہے۔ ویسے یہ بات بھی قابل غور ہے کہ حکومت کی طرف سے ہر

بقیہ ۱۱ پر

امارت اسلامی افغانستان اور ڈاکٹر جاوید اقبال

علامہ اقبالؒ کے فرزند سابق چیف جسٹس ڈاکٹر جاوید اقبال گزشتہ دنوں افغانستان کے دورے پر گئے ہوئے تھے۔ انہوں نے وہاں طالبان کے طرز حکومت کا مشاہدہ اور مطالعہ کیا اور وطن واپسی پر دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک میں طلباء کے ایک عظیم اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ افغانستان میں طالبان کی کامیابی عالم اسلام میں ایک بہترین مثال ہے اور یہ دنیا کے لئے ایک مثالی نمونہ ثابت ہوگا۔ طالبان نے افغانستان میں ایسا امن قائم کیا ہے جو کوئی اور نہیں کرسکتا۔ ڈاکٹر جاوید اقبال کی زبان سے یہ الفاظ سن کر بعض اصحاب کو ضرور حیرت ہوگی۔ وہ نفاذ اسلام کے تو حامی رہے ہیں لیکن ان کے بارے میں یہ غلط فہمی بھی گردش کرتی رہی ہے کہ وہ سیکولر ذہن کے مسلمان دانشور ہیں۔ افغانستان میں طالبان کی حکومت کے بارے میں ایک ایسے دانشور کی رائے سن کر جس نے کیمبرج میں تعلیم پائی ہو جو اجتہادی فکر و نظر کا دعوے دار ہو اور علوم جدیدہ کے فروغ میں گہری دلچسپی لے تو عوام و خواص کو ضرور یقین آجانا چاہیے کہ نفاذ اسلام ہی دنیا کی فلاح کا راستہ ہے اور اسوہ اسلام پر لغوی اور معنوی طور پر عمل کیا جائے تو اس گئے گزرے زمانے میں بھی عوام کو امن و آشتی، مساوات اور انصاف فراہم کیا جاسکتا ہے۔ ڈاکٹر جاوید اقبال نے دلی خواہش ظاہر کی ہے کہ وہ طالبان کو اس نظام کے استحکام کے لیے ممکنہ وسائل فراہم کرنے کے لیے آواز اٹھائیں گے۔ ہماری خواہش ہے کہ وہ افغانستان میں کامیاب تجربے کا مشاہدہ کر آئے ہیں اور نظام اسلام کی حقانیت کے قائل ہوگئے ہیں تو اسے اپنے ملک میں فروغ دینے کی سعی بھی فرمائیں، اللہ کرے وہ روز سعید بھی آئے جب ڈاکٹر جاوید اقبال خود نفاذ اسلام کا پرچم لے کر میدان عمل میں آجائیں اور اس ملک کے گمراہ حکمرانوں کے ساتھ عوام کی بھی کایا پلٹ دیں۔ (ادارتی شذرہ روزنامہ نوائے وقت لاہور ۶ - اپریل ۲۰۰۰ء)

بقیہ از ص 43

دوسرے ماہ ریٹ بڑھائے جارہے ہیں کبھی کسی چیز کا ریٹ چھ ماہ تک ایک نہیں رہتا۔

ایک مرتبہ دوران سفر کہیں اڈے پر تقاضے کی ضرورت پیش آئی تو قضائے حاجت کے بعد باہر بیٹھے ہوئے جمعدار کو حسب معمول دو روپے پکڑا دیئے تو اس نے ایک روپیہ مزید دینے کا مطالبہ کر دیا اس کی توجہ لیٹرین کے دروازہ پر آویزاں ریٹ لسٹ پر کرائی جس پر ریٹ دو روپے لکھے ہوئے تھے جمعدار نے کہا مولوی صاحب یہ ریٹ تو پرانے ہیں اب تو ریٹ تین روپے ہوگئے ہیں میں نے کہا تو پھر ریٹ بھی تو تین روپے لکھ دو جمعدار نے کہا اچھا مولوی صاحب پھر جب آؤ گے تو ریٹ تین روپے لکھا ہوا ہوگا بہر حال اب تو تین روپے دو مطلب وہی کہ ہاتھی کے دانت کھانے اور دکھانے کے اور۔

سید کاشف گیلانی

نعت

رحمتِ دو عالم کا جب سے دل میں ڈیرا ہے
روشنی کی لہروں نے میرے دل کو گھیرا ہے

وہ نظر جھکالیں تو رات ہو زمانے میں
وہ نظر اُٹھالیں تو ہرطرف سویرا ہے

ہر جہان اُن کا ہے جب خدا ہوا اُن کا
میں جو اُن کا ہوجاؤں ہر جہان میرا ہے

اپنے بخت پرنازاں جس قدر بھی ہوکم ہے
جس کا بھی مدینے میں رات دن بسیرا ہے

اُن کی اک توجہ سے دھاک زمانے پر
ورنہ یہ زمانہ تو میرا ہے نہ تیرا ہے

میں نے اُس مصلے پر شکر کا کیا سجدہ
جس جگہ فرشتوں کا صبح وشام پھیرا ہے

اُن کے نور سے روشن زندگی کی راہیں ہیں
ورنہ زندگی کاشف قبر کا اندھیرا ہے

رہنے دو کھلا روزنِ دیوار ذرا سا

ہو گا جو کوئی شخص بھی خود دار ذرا سا
دنیا کا نہ ہو گا وہ طلب گار ذرا سا

شاید کوئی جھونکا ہی گزر جائے ہوا کا
رہنے دو کھلا روزنِ دیوار ذرا سا

ہوتی مری دنیا سے ہے تکرار مسلسل
رہتا ہوں زمانے سے میں ہشیار ذرا سا

ہر راہ نما سارق ناموس وطن ہے
رہنا ہے ہر اک شخص کو بیدار ذرا سا

مرنے کا کوئی خوف نہ جینے کی ہوس ہے
کر رکھا ہے اک شوق نے سرشار ذرا سا

سچ کر کے دکھائیں گے بزرگوں کی یہ باتیں
بس اور توقف کریں احرار ذرا سا

ہنستے ہوئے دیوانے گئے ہیں سر مقتل
جاں دینے سے ان کو نہیں انکار ذرا سا

انشاء اللہ جنت ہی مسلمان کا گھر ہے
ہو کوئی بڑا یا ہو گنہگار ذرا سا

اصلاح کریں قوم کی اللہ کے بندے
کاشف کو یہ کام ہے دشوار ذرا سا

ثاقب چوہان - بستی مولویان

غزل

جنہیں ہم با وفا سمجھے وہ ہم کو بے وفا سمجھے
وہ نکلے اجنبی سارے جنہیں ہم آشنا سمجھے

ارے لوگو ہماری سادگی کی انتہا یہ ہے
کہ ہم تو دشمنِ جاں کو بھی اپنا ہمنوا سمجھے

بھنور میں لے گیا خود ہی وہ کشتی کو کناروں سے
ڈبویا اس نے ہی یارو جسے ہم ناخدا سمجھے

ہمیں گمراہ کرنے کے ہیں درپے دشمنِ دیں سب
متاعِ دیں لٹا کر یہ جو ہم سمجھے تو کیا سمجھے

سجا کر طاق میں قرآن رکھتے تھے گھروں میں جو
انہیں حم متقی سمجھے، انہیں ہم پارسا سمجھے

حقیقت میں تو ہم کچھ بھی نہیں تھے دوستو سن لو
یہ خوش فہمی ہماری تھی کہ خود کو کیا سے کیا سمجھے

ہماری عقل پر پردہ تھا ایسا پڑ گیا ثاقب
کہ ہم راہزن لٹیروں کو بھی اپنے راہنما سمجھے

لڑانے والوں کا خاتمہ ہو......!

"لڑنے والوں" کا خاتمہ ہو تو پھر یہ "آپس کی پھوٹ" جائے
جو "آستیں" "سے" یہ سانپ" نکلیں تو جان خطرہ سے چھوٹ جائے
"ستم بھی ہو گا تو دیکھ لیں گے "کرم" کا بھانڈا تو پھوٹ جائے
بلا سے "قزاق" آ کے لوٹیں یہ پاسبانوں" کی لوٹ جائے
"چمن" کو لوٹا ہے" باغباں نے تو آ کے گل چیں" بھی لوٹ جائے
نصیب میں ہے مرے "تباہی" تو آئے جو چاہے لوٹ جائے

جہانِ دانش

شیخ حبیب الرحمن بٹالوی

- افلاس میں ہر ارادے کی بنیاد بے اعتبار ہوتی ہے۔
- سادہ خوراک سے پیٹ بھرنے والا انسان اپنی تلاش اور ذات کی شناخت میں جلد کامیاب ہو جاتا ہے۔ مقوی اور مرغن غذائیں خواہش نفسانی کے ساتھ بے غیرتی اور بد تمیزی کے غدودوں کو بڑھاتی ہیں۔
- دھوکے بازی سے پیدا کی ہوئی دولت قبر میں ساتھ نہیں جاتی اور موت کفن کی اجازت بھی مشکل سے دیتی ہے۔

بقا کی فکر کرو خود ہی زندگی کے لئے
زمانہ کچھ نہیں کرتا کبھی کسی کے لئے

- مٹی نے ازل سے کسان کی محنت کا معاوضہ دینے میں خساست نہیں برتی مگر زمینداروں کی سفاکی کا کیا علاج؟
- اوچھے حاکم اور سنگدل سرمایہ دار یہ دونوں تو ہمیشہ رحم اور انصاف کی خصوصیات سے علیحدہ رہے ہیں۔ وہ تو ایسے مردے ہیں۔ جو خود اپنے تابوت اٹھائے پھرتے ہیں انہیں غیرت وفا اور ہمدردی جیسے ناموں سے متعارف ہونے کی کیا پڑی ہے۔
- مفلسوں کو جسمانی تکلیف ضرور ہوتی ہے مگر ناداری روح کی مسرت میں حائل نہیں ہو سکتی۔ بشرطیکہ اسے زندگی سمجھ کر گوارا کر لیا جائے اور ہر ناکامی کو فتح کر لینے کی مہم جاری رکھی جائے اس کے مقابلہ پر سرمایہ داری کے روحانی تشنج اور جسمانی تکلّز میں چولی دامن کا ساتھ ہے اور اس کا علاج کوئی مادی طاقت نہیں کر سکتی۔ ہر وقت انسان ایک بد بودار لہو میں اونٹتا رہتا ہے۔
- مزدوری کرنا تو اپنے خون کے شعلوں سے کھیلنا ہے۔
- حیرت ناک بات یہ ہے کہ ہتھ کڑیوں اور بیڑیوں کے لیئے مجرم ہونا ضروری نہیں، دبنگ جیالے، صاف گو اور حق پسند لوگ اخلاقی مجرموں سے زیادہ سزائیں پاتے ہیں۔
- دولت اور اقتدار کے ساتھ اخلاق اور انصاف کا کوئی میل نہیں ہوتا۔
- مجھے ہمیشہ بہادر سُورما اور اکھڑ مزاج لوگوں سے مل کر خوشی ہوتی تھی۔ کیونکہ ایسے لوگ طبعاً تو کھرے ہوتے ہیں۔ لیکن وفاداری کے اعتبار سے قابل پرستش دیکھے گئے ہیں۔
- شرابی کا نشہ اس قدر ناپاک اور نقصان رساں نہیں ہوتا جتنا دولت کا غرور اور منصب کا پندار۔
- انسان کسی خاص مٹی یا آب و ہوا کا پابند تو نہیں۔ اس کی قلمیں تو ہر زمین میں بار آور ہو جاتی ہیں۔
- فقیر کی آواز کان میں آتی تو اس کے بٹوے میں پیسے کلبلانے لگتے۔

- میری اکثر و بیشتر راتوں نے فکر و خیال میں صبح کا لباس پہنا۔
- گندے جسموں میں نیکی کا خیال بھی اندھیرے میں دھوئیں سے زیادہ نہیں ہوتا۔
- ایثار کا جذبہ صفت ربوبیت ہی کی ایک شکل ہے۔
- جس قدر کارخانے ہیں۔ ان میں نہ بوڑھے نظر آتے ہیں۔ اور نہ کم عمر بلکہ جوان سے چھتیس سینتیس سال کے اندر اندر کے مزدور کام کرتے ہیں۔ پھر ان کی اولاد مزدوری کے قابل ہو جاتی ہے۔ اور وہ خود اُون۔ روئی اور گرد و غبار پھانک پھانک کر اللہ کو پیارے ہو جاتے ہیں۔ کوئی مزدور اپنی طبعی موت نہیں مرتا۔ کم خوراک کے ساتھ مسلسل محنت اور شدید مشقت اُن کی عمروں میں دراڑیں کھول دیتی ہیں۔ اور یہ اپنے تمام تر آرام و مصائب اور زہرہ گداز مشقت ورثہ میں اپنی اولاد کو دے جاتے ہیں۔ کوئی عادل حاکم ایسا نہیں آتا جو ان قتل گاہوں کی اصلاح کرے جہاں اس دور کے صناعوں اور مزدوروں کے خون سے سونے کے ذرّات نکال کر کالجی باؤس کے جانوروں کی طرح سلوک کیا جاتا ہے اور کوئی پوچھنے والا نہیں۔
- میری نظر میں سیاست کا شعور ہی اس وقت بیدار ہوتا ہے۔ جب لیڈر دلی طور پر مزدوروں کسانوں اور پسماندہ طبقوں سے ہمدردی رکھتا ہو۔ اور ان لوگوں پر کڑی نظر رکھے جو انسانیت اور فرائض کی ادائی میں ریاکاریوں کی دیواریں اٹھاتے اور خباثتوں کے حصار کھینچتے ہیں۔ ایسے لوگ نہ تو تعلیم کو عام ہونے دیتے ہیں اور نہ ارزاں۔ وہ رات دن اپنے مقابر کی تعمیر کے لئے غریبوں کی ہڈیوں کا چونا اور مزدوروں کے خون کا گارا فراہم کرتے رہتے ہیں۔ اور یہ عمل نہ جانے کب تک جاری رہے گا۔
- بارہا ایسا بھی ہوا کہ میرے پاس جسم کے کپڑوں کے علاوہ کوئی کپڑا نہیں رہا۔ اور فاقے تک نوبت آ گئی۔ لیکن یہ تیسرے درجے کا افلاس میرے عزائم اور معتقدات میں ضعف پیدا نہیں کر سکا۔ کیونکہ میں عموماً اپنی زندگی میں ایسے ہی حالات سے دوچار رہا تھا۔ اور میں نے تو ایسے موقعوں پر یہ محسوس کیا کہ میرے سامنے خوش انجام جادے ابھر رہے ہیں۔ اور میری قوّت عمل کا صیقل جھل جھل کرنے لگا۔ بعض وقت پل بھر کے لئے ہی سہی۔ مجھے اپنے اشرف المخلوق ہونے کا یقین بھی نکھرتا دکھائی دیتا۔ اور اس میں ایسی کیفیت تھی جسے موجودہ علوم میں کوئی نام نہیں دیا جا سکتا۔
- مردہ قومیں مردوں کو پوجتی ہیں۔ اور زندہ قومیں زندہ لوگوں کے جوہر کو سراہتی ہیں۔
- دولت کا پہلا حملہ اخلاق پر ہوتا ہے۔
- تجربہ اور مشاہدہ ہے کہ اگر بڑے سے بڑے سانپ پر رائی کا حصار کھینچ دیا جائے تو وہ اسے عبور نہیں کر سکتا۔
- جس نے دیا تن کو وہی دے گا کفن کو۔
- جب یہ غزل باز شاعر اور مشاعرہ باز اساتذہ طنزیہ ہنسی ہنستے اور منہ چڑانے کے لئے دانت نکالتے تو ایسے لگتا جیسے کیچڑ میں نئی ریزگاری بکھر گئی ہو۔
- میری نظر میں ماں کی عظمت سجدے کے مقام کی عظمت والی بات تھی۔

- جاہل صوفی، جعلی زاہد، فریبی پیر اور ریاکار عالم میری نظروں سے نکل گئے اور آج بھی جو کتاب و سنت کا تارک ہے۔ وہ میری نظر میں رہنمائی کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ جب کوئی جبے قبے والا بہروپیا میرے سامنے بزرگی بگھارتا اور جھوٹے حال وقال کے تشنج کو سعادت قرار دیتا ہے۔ تو مجھے ایسے معلوم ہوتا ہے۔ کہ قبر کا آرام اور جنت کی آرائش سب کرانے کی چیزیں ہیں اور عمل صالح کا زندگی میں کوئی مقام نہیں۔
- مجھ پر بڑے بڑے زہرہ گداز وقت آئے ہیں۔ اور میرے ساتھ میری بیگم کو بھی فاقوں سے دوچار ہونے کی نوبت آئی۔ مگر میں نے مشکلات اور مصائب کی یلغار میں کبھی اس کے چہرے کو اترا ہوا نہیں دیکھا۔ بعض اوقات جب میں ہمت ہار دیتا۔ اور ناسازگاری روزگار کا شکوہ کرنے لگتا۔ اس وقت وہ میری ہمت بڑھاتی۔ اور کہتی، ہم تو کوئی چیز نہیں۔ معمولی مزدور ہیں۔ برا وقت تو بادشاہوں پر بھی آجاتا ہے۔ اور کھاتے پیتے لوگ بھی افلاس اور ناداری کی لپیٹ میں آجاتے ہیں۔ گھبرانے کی کون سی بات ہے؟ میں پردہ نشین ہوں۔ میرا رزق تو یہیں پہنچنا چاہیے۔ اور ایک آدمی کی خوراک میں دو آدمی یقیناً زندہ رہ سکتے ہیں۔ ذرا انتظار کریں کہیں نہ کہیں سے رقم آرہی ہوگی۔
- بچہ تو ماں کے جسم کا حصہ ہوتا ہے۔ جو آنول نانول کاٹ کر علیحدہ کیا جاتا ہے۔ خدا کے بعد دنیا میں بچے کی محبت ماں سے زیادہ کون کر سکتا ہے؟
- شاعری ہو یا ادب۔ نہایت دلچسپ اور پرکیف مشغلے ہیں۔ لیکن جس انسان کو یہ چسکا لگ جاتا ہے۔ وہ دنیا کے اور کسی کام کے قابل نہیں رہتا۔ کیونکہ اس سے احساس بیدار اور طبیعت نازک ہو جاتی ہے۔
- والدہ کے انتقال کے بعد ان کی یادگار کے طور پر ایک برقع میرے پاس ہے۔ جسے کھلوا کر میں نے چادر کی شکل دے لی ہے۔ اور جب مجھ پر کوئی اچانک مصیبت آتی ہے۔ تو وہ چادر اوڑھ کر لیٹ جاتا ہوں۔ خدا شاہد ہے۔ کہ مجھے اس سے سکون ملتا ہے۔ ایسا سکون جیسے زندگی کو بہاروں نے گود میں اٹھا لیا ہو۔ اور مہکیلی ہوائیں مجھے سنبھالے ہوئے ہوں۔
- قانونی طور پر کسی چیز کے حصول کے لئے تو لنگوٹی کا مطالبہ پگڑی کی قیمت طلب کرتا ہے۔
- پبلشر کو انسانی خون کی ایسی چاٹ ہوتی ہے کہ بعض اوقات وہ اپنے عزیزوں اور دوستوں کی شہ رگ پر بھی دانت گاڑھ دیتا ہے اور خون چوس کر اتنی دور پھینکتا ہے کہ راہگیروں کی اس پر نظر بھی نہیں پڑتی۔
- اور پھر مولانا جن جبہ پوشوں سے امداد کے طالب تھے۔ ان کے حجروں میں تو خراٹوں کے چمگادڑوں کی پروازوں اور پلاؤ زردہ کو فضلہ بنانے کی مشینوں کے سوا کچھ بھی نہیں تھا۔
- میں نے پہلے نماز کی پابندی والدین کے حکم کی تعمیل میں کی۔ اور جب دنیا نے شکنجے میں کسا۔ تو صرف خدا کے لئے سجدے میں جھکا۔ پھر ایک وقت ایسا آگیا۔ کہ مزدوری کے دوران جب نماز کا وقت آتا تو مجھے کسی طرف سے آواز آنا شروع ہو جاتی۔ جیسے کوئی میرا نام لے کر پکار رہا ہے پہلے پہلے تو میں نے اپنے ساتھیوں کو متوجہ کیا کہ دیکھو مجھے کون آواز دے رہا ہے۔ لیکن جب انہوں نے یہ کہا کہ ہمیں تو سنائی نہیں

دیتی۔ تو میں خاموش ہو گیا۔ چوں کہ یہ آوازیں مجھے نماز ہی کے وقت آتی تھیں۔ اس لئے پھر جب ایسی آواز آتی تو میں فوراً نماز کو چل دیتا۔ یہ بات صرف لاہور تک ہی محدود نہیں تھی۔ بلکہ لاہور سے باہر بھی جب میں کہیں جاتا۔ تو یہ اجنبی آواز وہاں بھی میرے ساتھ ہوتی۔ اور آج بھی اگر میں عشاء کی نماز پڑھے بغیر سونے لگوں تو غانودگی میں یہ محسوس ہوتا ہے۔ کہ جیسے کسی نے تکیئے کے قریب سے آواز دی ہے۔ بعض اوقات تو میں جواب میں "ہاں" یا "جی" کہہ اُٹھتا ہوں اور آس پاس کے لوگ پوچھنے لگتے ہیں۔ کہ کیا بات ہے۔ میں خاموش ہو جاتا ہوں کیونکہ جانتا ہوں کہ یہ بات کسی ماورائی طاقت کی ہے۔ جس سے ہنوز میں خود متعارف نہیں ہوں۔

کتاب: جہانِ دانش
مصنف: احسان دانش

بقیہ از ص 51

پھرتے ہیں اور کروڑوں نوجوان کسی بھی نصب العین سے عاری بچیوں اور مستورات کے پیچھے گلیوں اور سکولوں کالجوں کے چکر لگاتے ہیں اور جس کی تمام تر نوجوان نسل زندگی اور موت سے بے پروا کسی مقصدیت کے بغیر کسی اندھی سرنگ میں داخل ہو رہی ہو اور جن کی آنکھوں میں کسی بلند مقصد کے لئے سرور عشق اور یقین کا نور چھلکتا دکھائی نہ دیتا ہو لیکن آج صورت حال کچھ ایسی ہی ہے ہمارے نوجوان ہوٹلوں میں، چائے کی دکانوں میں، بلیرڈ کلبوں میں، جوؤں کے اڈوں میں، تاش کی بیٹھکوں میں یا اسٹیشنوں پر اپنا پورا وقت گذار دیتے ہیں کرکٹ میچ اور نمائش اور تفریحی پروگراموں کی نذر اور کسی بھی طرح کی تعلیمی تہذیبی اور سماجی ترقی کے لئے فکر مند نہیں۔ اس وقت سب سے بڑی ضرورت اس بات کی ہے کہ نوجوان نسل کے اندر مقصدیت پیدا کی جائے اور ان کے دلوں میں سود و زیاں کا احساس ابھارا جائے اور ان کے عزیز ترین اوقات کو بامقصد اور کار آمد بنانے کے لئے ہر سطح پر پروگرام شروع کئے جائیں خاص طور پر امت مسلمہ کے قائدین اور ارباب فکر و نظر کی ذمہ داری اس سلسلہ میں دو چند ہے کہ وہ ایک عالمی پیغام کے حامل ہے اور ان کی زندگی کا مقصد اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے جدو جہد ہے اس لئے انہیں اپنے نوجوانوں کے بارے میں زیادہ سنجیدہ ہونا چاہیئے اور ان کو نصب العین اور مقصدیت سے بھرپور زندگی کی داغ بیل ڈالنے کے لئے ہر ممکن مدد کرنی چاہیے اس طرح تربیت کی جانی چاہیے کہ وہ اپنے وقت کو کار آمد بنا سکیں اور اپنا نفع اور نقصان سمجھ سکیں۔ اور ان کا ہر عمل خاموشی کے ساتھ ایک شاعر کے قول کے مطابق یہ اعلان کر رہا ہو۔

میری زندگی کا مقصد تیرے دین سرفرازی
میں اسی لئے مسلماں میں اسی لئے نمازی

مولانا عبدالنعیم نعمانی

ضرورت احساس بیداری

ہر صاحب بصیرت اس بات سے بخوبی واقف ہے کہ کسی ملک کی ہمہ جہتی ترقی میں سماج کا ایک خاص مقام ہوتا ہے۔ایک بیدار مغز اور فعال معاشرہ ہی قوم کو ترقی اور خوشحالی عطا کر سکتا ہے۔جب کسی قوم پر بڑھاپے کے آثار ظاہر ہونے لگیں اور قوم مسلسل پستی اور انحطاط کی طرف بڑھتی جارہی ہو اس وقت افراد کی بیدار مغزی اور ذمہ داری کا احساس بھی اسے خواب غفلت سے بیدار کر سکتا ہے اور ترقی کے بام عروج تک پہنچا سکتا ہے حقیقت یہ ہے کہ اعلیٰ اقدار بلند اخلاق اور قربانی کے جذبات رکھنے والا معاشرہ پیدا ہی اس وقت ہوتا ہے جب قوم کا ہر فرد بیدار ہو اور ہر فرد میں ذمہ داری کا احساس ہو اور وہ اپنے حصہ کا کام خود انجام دینے کا عادی ہو وہ وقت کی قدر کرتا ہو اور زندگی کے ایک ایک لمحہ کو بامقصد سمجھتا ہو اس کے برعکس جو قوم نیم مردہ افراد پر مشتمل ہو جہاں وقت جیسی چیز کا کوئی مقصد نہ ہو۔زندگی کی نعمت کی کوئی قدر و عزت نہ ہو اس کا من حیث القوم ترقی کے خواب دیکھنا محض خام خیالی ہے گذشتہ کچھ عرصہ سے ہمارے ملک کا یہ حال ہے کہ کرکٹ کا کوئی عالمی میچ ہو رہا ہو یا ایشیائی ریاستوں میں کسی سٹیڈیم میں اس وقت آپ کسی بڑی مارکیٹ یا سرکاری دفاتر میں چلے جائیں تو آپ دیکھیں گے کہ پورا عملہ کمنٹری سننے اور میچ دیکھنے میں مصروف ہے کسی تفریح گاہ میں چلے جائیے تو سینکڑوں لوگ بے مقصد تفریح کرتے ہوئے ملیں گے کسی عوامی تقریب میں شرکت کیجئے تو ہزاروں لوگ اپنا وقت کاٹتے ہوئے نظر آئیں گے کسی سیاسی ریلی کے قریب سے گزر جائیے تو آدمیوں کا ایک سیلاب ہو گا جو مجمع کی اہمیت بڑھا رہا ہو گا لیکن خود اسے نہیں معلوم کہ وہ یہاں کیوں آیا ٹیلی ویژن ریڈیو کے سامنے صبح و شام آپکو سینکڑوں افراد بیٹھے ہوئے ملیں گے جنہیں محض وقت گزاری کرنی ہے اور جن کا عزیز ترین مشغلہ ضیاع وقت ہے اس طرح درجنوں مواقع پر آپ لاکھوں کروڑوں انسانوں کو اس طرح بے مصرف وقت، ضائع کرتا ہوا دیکھیں گے جس سے آپ کے ذہن میں یہ سوال خود بخود قائم ہو جائے گا جس ملک کے باشندوں کی اتنی بڑی تعداد بے کار ہو اور جن کے اوقات اس قدر بے مصرف ہوں وہ ملک آخر کس طرح ترقی کر سکتا ہے اس کائنات کی کوئی معمولی سے معمولی چیز بے مقصد نہیں ہے۔تو یہ انسان جو اشرف المخلوقات ہے اس کا وجود بے مقصد اور بے مصرف کیسے ہو سکتا ہے۔لیکن ہر جگہ ہزاروں اور لاکھوں لوگ اپنے وقت کا بڑی ہی بے دردی کے ساتھ ضیاع کرتے ہوئے دیکھے جا سکتے ہیں اس قوم کے بارے میں کیا رائے قائم کی جائے گی جس کے لاکھوں افراد روزانہ بلا سبب سڑکوں پر آوارہ

بقیہ 50 پر

حامد سراج

لوٹایا ہوا سوال

تسبیح خانے کے سامنے چمکیلی جوتیاں اتار کر وہ اندر داخل ہوا۔ ایک لمبا سانس لیا۔ پنکھا تیز کرنے کو کہا اور باتھ روم کے چپل پاؤں میں اڑس کر تولیہ کندھے پر ڈالا۔ باقی سب مہمان تسبیح خانے میں دو زانو مؤدب بیٹھے تھے۔ ماحول میں تقدس اور پاکیزگی کی خوشبو تھی۔ بھینی بھینی سی۔ مہمانوں کی جدید ماڈل کی کاریں باہر کھڑی تھی۔ ڈرائیور قبرستان کی مغربی سمت سیمل کے درختوں کے درمیان سگریٹ سلگائے گپیں ہانک رہے تھے تسبیح خانے، مہمان خانے، کتب خانے اور مسجد کے قریب سگریٹ پینے کی ممانعت تو نہیں تھی لیکن ادب اور احترام کی وجہ سے یہاں کوئی سگریٹ پینے کی گستاخی نہیں کرتا تھا۔ کہتے ہیں ایک بار کوئی یہ جسارت کر بیٹھا تھا اور اقتدار سے محروم ہو گیا۔ مہمانوں کی توقیر خانقاہ کے مکینوں کی گھٹی میں تھی۔

تسبیح خانہ ایک ایسا متبرک کمرہ تھا جو صدیوں سے بزرگوں کی تسبیحات کا امین تھا ایک کرنل نے جو اپنے باطنی آشوب سے پناہ کے لئے آ مقیم ہوا، خواب میں سلسلہ نقشبندیہ کے بزرگوں کی زیارت کی۔ پھر وہ جب بھی آیا بوریا نشینوں کے قدموں میں بیٹھ کر زر نایاب پایا۔ ترقی کی وہ منازل سیاہ بالوں کے ساتھ طے کیں جو کنپٹیاں سفید ہونے پر بھی بدقت نصیب ہوتی ہیں۔ ایک بریگیڈیئر نے جب اپنے ڈرائیور کو ننگے فرش پر بیٹھ کر ساتھ کھانا کھانے کو کہا تو اس نے جھجک کر کہا۔

"سر...... میں ...... ؟"

"بیٹھ جاؤ۔ یہاں محمود و ایاز ایک ہی صف میں ہوتے ہیں۔"

عصر کا وقت تھا کہ وہ بزرگ جن کی وجہ سے پورا ماحول تقدس کے ہالے میں تھا، اپنے زانو پر ہاتھ رکھ کر اٹھے اور سیدھی کمر کھڑے ہو گئے۔ دودھ جیسی داڑھی پر ہولے سے ہاتھ پھیرا جیسے اسے سہلا رہے ہوں، اور چائے کے لئے گھر تشریف لے گئے۔ مہمانوں میں بھنبھناہٹ ہونے لگی، باتوں کے لچھے کھل گئے۔

وہ تسبیح خانے کے ساتھ متصل غسل خانے سے نکل کر مجھ سے بغل گیر ہو گیا۔ اس کے چہرے پر سیاہ گھنی ڈاڑھی، بوسکی کا کرتا اور شلوار کے پائنچوں پر مخملی کنڈا کڑھائی تھی اس نے اپنی جیب سے رومال نکالا۔ آمنے سامنے کے دونوں کونے باہم ملائے اور اس مثلث کو ہاتھ پر رکھ کر سر کے پیچھے گرد لگا دی۔

"آیئے میں آپ کو اپنے رشتے داروں سے متعارف کراؤں" ...... ایک درویش دستر خوان پر پیالیاں چن رہا تھا...... "ان سے ملیے میرے سگے ماموں، ممبر قومی اسمبلی ہیں، بہت نفیس طبیعت پائی ہے، آپ رشوت کو سور کے گوشت کی طرح حرام سمجھتے ہیں" اس فقرے پر ممبر کے چہرے پر ایک لہر آئی اور پیشانی کی سلوٹوں میں ایک اور کا اضافہ کرتی گئی۔ "میرے ماموں کا دل گداز ہے۔ ڈیرے پر آنے جانے والوں کا تانتا بندھا رہتا ہے۔ ان کے چہرے پر کبھی سلوٹ نہیں آئی۔"

ممبر نے جیب سے اعلیٰ تمباکو کی زرد ڈبیا نکالی، میں کانپ گیا کہیں اقتدار غروب ہونے کا وقت تو نہیں آ گیا۔ لیکن اس نے ڈبیا اور پائپ جیب میں واپس رکھ لئے، شاید رسی دراز تھی۔

"اور۔۔ ان سے ملئے چیئرمین ضلع کونسل..... تایا ہیں میرے.....! علاقے میں کوئی سڑک کچی نہیں رہی، سڑکیں، پلیاں اور کھال ان کے ارادوں کی طرح پکے ہو گئے ہیں۔ یہ صلہ رحمی کی برکات ہیں۔" اس کے تعارفی انداز میں عجیب سی عجلت تھی۔

ممبر قومی اسمبلی باہر نکل کر درویشوں سے باتیں کرنے لگے۔ مہمان تسبیح خانے میں دیواروں پر آویزاں انبیاء اور صوفیاء کے شجرہ نسب دیکھ رہے تھے۔ صدیاں ان کے سامنے متشکل تھیں اور وہ مجھے اپنے خاندان سے متعارف کرانے میں مگن تھا۔

آپ کو معلوم ہے کہ ہمارے خاندان میں کیسے کیسے گوہر ہیں.....؟ ماموں اور تایا..... اب ان سے ملئے نا، میرے بہنوئی ایک بڑے ادارے کے چیئرمین، باذوق اور ادب کے شناور۔"

یہاں پر موجود رشتہ داروں سے تو آپ متعارف ہو گئے کبھی ہمارے علاقے میں آیئے نا۔۔۔ آپ حیران رہ جائیں گے۔ دو ماموں زاد ملٹری اور نرز ہیں اور بڑے بھائی ماہر امراض قلب..... اللہ اللہ میرا خاندان ...... میرا سلسلہ نسب...... دادا جان کے گھوڑوں کا استھان، ایک سے ایک اعلیٰ نسل کا وہ ایرانی گھوڑا کہ جیسا پورے ملک میں اور کسی کے پاس نہیں۔ مشکی گھوڑی تو انہوں نے افریقہ سے منگوائی ہے۔ ان کی دیکھ بھال کا الگ شعبہ ہے۔ باوردی خدمت گار، خوراک میں کئی کلو سیب، دودھ اور میوہ جات، سالانہ مقابلے میں دور دور تک ہمارے گھوڑوں کی دھوم ہے۔ مجھے تو ان کی نسل اور نسب کا اتنا شوق ہوا کہ دادا جان نے چند ماہ کے لئے بیرون ملک بھجوا دیا۔ مجھے علم ہندسہ سے بھی گہری لگن ہے۔ میں نے خاندان کا نسب نامہ تیار کیا ہے۔"

وہ بلا تکان بول رہا تھا.........

اور میں اپنی ذات کی پہچان اپنے انساب میں تلاش کر رہا تھا۔ حضرت آدمؑ سے لے کر خاتم الانبیاء تک ایک فریم میں ایسا شجرہ تھا جو شاخ در شاخ درختؑ کی صورت میں بنایا گیا تھا۔ صوفیاء کے تمام سلاسل کے شجرے آویزاں تھے۔ خلیفہ اوّل حضرت ابو بکر صدیقؓ سے امیر المومنین حضرت علیؓ اور حضرت جعفر صادقؒ سے جاری فیضان بایزید بسطامی سے ہوتا ہوا ابو الحسن خرقانی ابو علی فارمدی، بابا محمد سماسی، یعقوب چرخی اور خواجہ املنگی کے میٹھے چشموں سے گزرتا موسیٰ زئی کے نخلستان میں دوست محمد قندھاری، عثمان دامانی اور خواجہ سراج الدین کی ٹھنڈی ہوائیں لے کر ابو السعد احمد خان کی اس خانقاہ کے تسبیح خانے میں صوفیانہ خوشبو سے معطر ماحول بے خود کئے دے رہا تھا۔ میں اسے بتانا چاہ رہا تھا کہ ہماری پہچان کیا ہے؟ ہم کون ہیں......؟ ہمارے اجداد کون تھے.....؟ ہمارا "سلسلہ نسب" ہست و بود سے پرے کائنات کے خالق سے جا ملتا ہے۔ وہی اصل ہے وہی کل......! تم کیسے نساب ہو کہ گھوڑوں کے نسب نامے مرتب کرتے پھر رہے ہو۔ تمہارے خاندان کی ناموری تمہارے کسی کام نہیں آئے گی۔ بقائے حیات اور سفر آخرت میں تمہارا خاندان

تمہارے ساتھ شریک سفر نہیں ہو گا۔ اپنی ذات کے غار حرا میں اترو۔ شاید تم پر نفی اثبات کا راز کھل جائے۔ مقدر سے یہاں آ گئے ہو تو اپنی ذات کا عرفان کیوں نہیں پا لیتے.... یہ تسبیح خانہ نہیں یہاں صدیاں دھڑکتی اور سانس لیتی ہیں۔ یہاں علم و آگہی کے عرفان کی ندیاں رواں ہیں۔ یہاں صرف قلوب ہی ذکر نہیں کرتے بلکہ پتا پتا بوٹا بوٹا اللہ کے ورد سے زندہ ہے۔

یہ ایک ابدی تسلسل ہے۔ (تسبیح خانہ تخلیق کائنات سے پچاس ہزار پہلے بھی موجود تھا)، آج تم آئے ہو کل کوئی اور آئے گا۔ اپنے آپ کو پہچان لو۔ اصحاب صفہ کے چبوترے سے اس تسبیح خانے تک کائنات کا تسلسل ہے۔ یہ منزلیں روح کی بقا کی علامت ہیں۔ لیکن وہ بولتا رہا۔ اس کی روح کے کواڑ پر ممبر قومی اسمبلی چیئرمین ضلع کونسل اور دادا جان کے گھوڑوں کا پہرہ تھا۔

میرے چچا کئی سال سے فارن میں مقیم ہیں۔ ان کی دو بیویاں اور چار کوٹھیاں ہیں..... میں اس کی گفتگو میں مخل ہوا۔ میری خواہش تھی وہ اس در سے خالی نہ لوٹے۔

میرے بھائی تم نساب ہو۔ تمہیں اپنے خاندان سے محبت ہے۔ کیا تمہارے علم میں ہے کہ عربوں میں کیسے کیسے نساب گزرے ہیں۔ ان کے حافظے قوی تھے۔ انہیں انساب وارحام ازبر تھے۔ یہ شجرہ دیکھ رہے ہو.....؟"

"جی... کتنا خوبصورت فریم ہے۔ نفیس، گولڈن، عمدہ... لاجواب فریم ہے، کمرے کی بناوٹ بھی قدیم طرز کی ہے... اجداد کی یادگار ہے نا... کیسی اونچی چھت کی عمارتیں بنایا کرتے تھے۔"

باہر سے ہارن کی آواز سنائی دی... مثلث کھسک کر اوپر ہو گئی۔ اس نے انگوٹھے اور انگشت شہادت سے چٹکی بنائی اور اوپر کھسک جانے والے رومال کے کونے کو کھینچ کر نیچے کیا۔

"اچھا ہم چلتے ہیں... کبھی ہمارے ہاں آئیے نا... ضرور آئیے... تاکید ہے، بھول نہیں جانا..."

وہ چمکیلی جوتیاں پہن رہا تھا اور میں سوچ رہا تھا کہ اس کے باطن کی ساری چمک تو انہی جوتیوں تلے کچلی جا رہی تھی۔ میں نے دھیرے سے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا...

"بھائی... آپ کے ماموں ممبر قومی اسمبلی ہیں"

"جناب آپ حکم کیجئے... کوئی کام ہے تو بتائیے نا... کام یوں ہو جائے گا..." اس نے چٹکی بجاتے ہوئے کہا ہے۔

"کام نہیں ہے..... آپ کے ماموں ممبر قومی اسمبلی، تایا چیئرمین ضلع کونسل ماموں زاد مل اونرز اور دادا جان کے گھوڑوں کا استھان... مجھے صرف یہ پوچھنا ہے کہ آپ کی ذاتی شناخت کیا ہے؟ اور نسبت کس سے ہے ...؟"

اور جب میں یہ پوچھ رہا تھا تو اپنے نسب کی آخری کڑی اندر ہی اندر گن چکا تھا...

اس کا ایک پاؤں تسبیح خانے کے اندر اور دوسرا جوتی میں تھا۔ اس نے آنکھیں اٹھا کر مجھے دیکھا...

اس کی پتلیاں ٹھہری ہوئیں تھیں۔

ایک لمحے کے ہزارویں حصے میں مجھے یوں محسوس ہوا میرا ہی سوال اس کی ٹھہری پتلیوں سے منعکس ہو کر میرے سارے وجود کو اپنی لپیٹ میں لے چکا ہے۔

اخبار الجہاد

چیچن مجاہدین نے سلا بودے میں محاصرہ توڑ دیا۔ ۳۵۵۰ روسی فوجی ہلاک۔ چیچن مجاہدین کے گوریلے ستے روسی فوج پر موت بن کر ٹوٹ پڑے اور روسی فوج کی پسپائی کے تمام راستے مسدود کر دیئے۔ مجاہدین بحفاظت جنگلوں میں غائب ہو گئے سلا بودے میں مجاہدین کی بہتر حکمت عملی کے نتیجے میں روسی فوج کی تمام تیاریاں دھری کی دھری رہ گئیں۔ اس محاذ پر دو ہفتوں میں چھ سو سے زائد روسی ہلاک اور ۴۲ مجاہدین جام شہادت نوش کر گئے۔(ہفت روزہ "الہلال" اسلام آباد ۱۵ تا ۲۱ محرم ۱۴۲۱ھ)

باغیوں کا ہیلی کاپٹر تباہ تین جرنیلوں سمیت مسعود کے کئی قریبی ساتھی ہلاک۔ ہیلی کاپٹر میں موجود ے افراد ہلاک ہوئے ہیلی کاپٹر قیمتی پتھروں سے بھرا ہوا تھا تخار میں مسعود کا دست راست کمانڈر امیر بھی اپنے ہی ساتھیوں کی بغاوت کا شکار ہو کر مارا گیا۔ (ہفت روزہ "ضرب مومن" کراچی "۱۵ تا ۲۱ محرم ۱۴۲۱)

کشمیر کشمیر مجاہدین جیش محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں ۱۳ فوجی مردار متعدد زخمی ۵ مجاہدین نے بھی جام شہادت نوش کیا۔ مولاب میں تین گھنٹے جاری رہنے والے خونریز معرکے میں جیش کے مجاہد شاکر ملتان، کمانڈر نعیم اور کمانڈر افسر شہید ہو گئے کلرناگ میں قابض فوج کی جیپ مجاہدین کی لگائی گئی بارودی سرنگ کا شکار ہو گئی۔ کرنل اور کمانڈنگ آفیسر سمیت چھ فوجی ہلاک لاشوں کے ٹکڑے بکھر گئے۔ (ہفت روزہ ضرب مومن ۱۵ تا ۲۱ محرم ۱۴۲۱)

حرکت المجاہدین اور انڈین آرمی کے درمیان ۱۰ گھنٹے مورچہ بند جنگ ۱۵ فوجی ہلاک ۳ مجاہد شہید اس طویل جھڑپ کے دوران انڈین آرمی نے دو دفعہ مزید کمک منگوائی، ہر جانب سے آرمی کے گھیرے کے باوجود چار مجاہد گھیرے سے نکلنے میں کامیاب (ہفت روزہ "الہلال" اسلام آباد ۸ تا ۱۴ محرم ۱۴۲۱ھ

مرکزی ناظم نشر و اشاعت عبد اللطیف خالد چیمہ برطانیہ روانہ ہو گئے میاں محمد اویس قائم مقام ناظم نشریات ہوں گے۔

- مجلس احرار اسلام پاکستان کے مرکزی ناظم نشریات عبد اللطیف خالد چیمہ ۲۹، اپریل کو نجی سفر پر برطانیہ روانہ ہو گئے، احباب نے لاہور سے ان کو الوداع کیا، وہ اس دوران برطانیہ میں مجلس احرار اسلام اور تحریک تحفظ ختم نبوت کے کام کا بھی جائزہ لیں گے۔ اور جماعت کو از سر نو منظم کریں گے۔ برطانیہ میں ان سے درج ذیل پتہ جات پر رابطہ کیا جا سکتا ہے۔

1) 104 CLEMENTS ROAD 2 DF EASTHAM E.6 LONDON (U.K)
Tel: 081 - 470-1065
2) 25 ROWAND AVE GIFFNOCK. 7PE GLASGOW, G46 (U.K)
TEL: 0141-6211325.

خالد چیمہ کی عدم موجودگی میں میاں محمد اویس قائم مقام مرکزی ناظم نشریات کے فرائض انجام دیں گے۔

قادیانیوں کو ٹی وی چینل دینے کا مطلب اسلام کے خلاف محاذ کھولنا ہے

چیف ایگزیکٹو اور وزیر خارجہ کی بولی میں تضاد کیوں ہے؟

دینی مدارس اور جماعتیں امن کے پیام بر ہیں

امیر احرار سید عطاء المہیمن بخاری)

(محمد اسلم، چناب نگر) مجلس احرار اسلام پاکستان کے امیر حضرت پیرجی سید عطاء المہیمن بخاری نے پرائیویٹ ریڈیو، ٹی وی چینلز کی نئی حکومتی پالیسی کی شدید مذمت کی ہے۔ انہوں نے کہا کہ مشیر اطلاعات جاوید جبار نے نئی پالیسی کا اعلان کرتے ہوئے کہا ہے کہ قادیانی اور دیگر اقلیتیں بھی ٹی وی چینلز حاصل کر سکیں گی۔ سید عطاء المہیمن بخاری نے کہا کہ کل جماعتی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت میں شامل تمام دینی جماعتیں پرائیویٹ ریڈیو ٹی وی کی نئی حکومتی پالیسی کو مسترد کرتی ہیں۔ انہوں نے کہا کہ اس پالیسی سے پاکستان کا نظریاتی تشخص مجروح ہی نہیں بلکہ ختم ہو کر رہ جائے گا۔ اقلیتوں خصوصاً قادیانیوں اور عیسائیوں کو ٹی وی چینلز دینے کا واضح مطلب یہ ہے کہ ایک اسلامی مملکت میں اسلام کے خلاف عقائد و نظریات کے فروغ کیلئے کافروں کو کھلی آزادی دے دی گئی ہے۔ انہوں نے کہا کہ نئی پالیسی مسلمانوں کے عقائد و جذبات کی کھلی توہین ہے۔ حکومت اس پالیسی کو فوراً منسوخ کرے۔ نئے ٹی وی چینلز دینے کی بجائے پی ٹی وی کی اصلاح کی جائے اور پاکستان کے اسلامی تشخص کی حفاظت کی جائے۔

سید عطاء المہیمن بخاری نے وزیر خارجہ عبدالستار کے مجاہدین کے بارے میں حالیہ بیان کو امریکی ایجنڈا قرار دیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ جنرل مشرف اور وزیر خارجہ کے بیانات میں تضاد حکومت کی کمزوری ہے یا دوغلی پالیسی۔ جنرل مشرف نے گزشتہ دنوں ایک پریس کانفرنس میں واضح طور پر کہا تھا کہ "مجاہدین کسی کے پابند نہیں اور نہ ہی انہیں حکومتی سرپرستی حاصل ہے۔ جہاد ایک مقدس فریضہ ہے۔ ہم مقبوضہ کشمیر میں داخل ہونے والے مجاہدین کو نہیں روک سکتے" جب کہ وزیر خارجہ مجاہدین کو کنٹرول لائن عبور کرنے سے روکنے اور جہادی تنظیموں پر پابندی کے بیانات دے رہے ہیں۔ وزیر خارجہ نے دینی مدارس پر بھی لاف زنی کرتے ہوئے انہیں مسلح تربیت گاہیں قرار دیا ہے۔ سید عطاء المہیمن بخاری نے کہا کہ کوئی دینی مدرسہ مسلح تربیت نہیں دے رہا اور نہ ہی کوئی دینی جماعت دہشت گردی پر یقین رکھتی ہے۔ یہ امریکی زبان ہے جو ہمارے وزیر خارجہ بول رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ سابقہ حکمرانوں پر ایسی پالیسی کی وجہ سے اللہ کا شدید عذاب نازل ہوا۔ موجودہ حکمران ہوش کے ناخن لیں اور دینی قوتوں کو بدنام کرنے اور ان پر الزام تراشیوں سے باز رہیں ورنہ یہ بھی عذاب الٰہی کا شکار ہوں گے۔

موجودہ نظام و نصاب تعلیم ناقص اور اسلامی عقائد سے متصادم ہے

دینی نصاب ہمارا ورثہ ہے ہم اسے چھوڑنے کے لیے تیار نہیں

امیر احرار سید عطاء المہیمن بخاری

(محمد اسلم، چناب نگر) مجلس احرار اسلام پاکستان کے امیر حضرت پیرجی سید عطاء المہیمن بخاری نے کہا ہے کہ نصابِ تعلیم اور نظام تعلیم کو اسلامی عقائد سے ہم آہنگ کیا جائے۔ ہمارا موجودہ نظام و نصابِ تعلیم ناقص اور اسلامی عقائد سے متصادم ہے۔ وہ بخاری ماڈل ہائی سکول چناب نگر میں سالانہ تقریب تقسیم انعامات سے خطاب کر رہے تھے۔ انہوں نے کہا کہ ہم لارڈ میکالے کے نظام تعلیم کو کسی صورت میں بھی قبول نہیں کریں گے۔ ہم اپنی دینی تہذیب، دینی شعار اور دینی نصاب تعلیم کو کسی بھی قیمت پر چھوڑنے کیلئے تیار نہیں۔ یہ ہمارا دینی و قومی ورثہ ہے ہم ہر قیمت پر اس کی حفاظت کریں گے۔ انہوں نے کہا کہ اسلام کو جدید تقاضوں میں ڈھالنے کی بجائے جدید تقاضوں کو اسلام کے تابع کرنے کی ضرورت ہے۔ اسلام ہر دور میں تمام انسانی مسائل کا مکمل حل پیش کرتا ہے۔

تقریب سے ممتاز ماہرین تعلیم پروفیسر خالد شبیر احمد، مظہر قیوم اور پروفیسر سید محمد ذوالکفل بخاری نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ غریب اور پسماندہ طبقوں کو علم سے آراستہ کرنا وقت کا اہم تقاضا ہے۔ تعلیم کے ذریعے سے ہی ہم اپنے ملک میں جرائم کا خاتمہ کر سکتے ہیں اور پر امن ماحول قائم کر کے ملک کو محب وطن اور بالغ نظر قیادت فراہم کر سکتے ہیں تقریب میں تعلیمی پوزیشن حاصل کرنے والے طلباء میں انعامات تقسیم کئے گئے اور طلباء کی حوصلہ افزائی کی گئی۔ تقریب میں جامعہ عربیہ چنیوٹ کے اساتذہ محترم مولانا محمد الیاس چنیوٹی اور مولانا مشتاق احمد نے خصوصی طور پر شرکت کی۔

بخاری ماڈل ہائی سکول میں پوزیشن حاصل کرنے والے طلباء

جماعت اول نرسری
اوّل: محمد طارق
دوم: محمد عمران
سوم: محمد قارب

جماعت دوم
اوّل: محمد راشد
دوم: محمد زاہد
سوم: محمد عمران

جماعت چہارم
اوّل: محمد مبارک
دوم: محمد اسحق
سوم: محمد اعظم

جماعت ششم
اوّل: محمد آصف
دوم: ظفر عباس
سوم: بشیر احمد

جماعت اول اعلیٰ
اوّل: رحیم اللہ
دوم: حبیب اللہ
سوم: محمد عمران

جماعت سوم
اوّل: رحمت اللہ
دوم: محمد ظفر
سوم: ظہیر عباس

جماعت پنجم
اوّل: محمد ساجد
دوم: تصور حیات
سوم: محمد سکندر

نوٹ
اس سال ساتویں جماعت کی تعلیم شروع ہو گئی ہے جبکہ آئندہ سال سے آٹھویں اور نویں جماعت کی تعلیم بھی شروع کر دی جائے گی۔

توہین رسالت کے مقدمہ کا اندراج ڈپٹی کمشنر کی اجازت سے مشروط کرنے سے قانون کا نفاذ غیر مؤثر ہو گیا ہے (حضرت مولانا خان محمد دامت برکاتہم)

انسانی حقوق کی آڑ میں ملک کو سیکولرازم کے گڑھے میں دھکیلا جا رہا ہے۔ (سید محمد کفیل بخاری)

(ملتان، حسین اختر) کل جماعتی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت پاکستان کے امیر حضرت مولانا خواجہ خان محمد نے کہا ہے کہ توہین رسالت کے مقدمے کے اندراج کے سلسلہ میں نئی حکومتی پالیسی مسلمانوں کے اجماعی عقیدہ کے خلاف ہے۔ پاکستان کی تمام دینی جماعتیں اسے مسترد کرتی ہیں۔ وہ ۲۲ اپریل کو دار بنی ھاشم میں مجلس احرارِ اسلام کے مرکزی نائب ناظم سید محمد کفیل بخاری سے ملاقات کے دوران گفتگو کر رہے تھے۔

حضرت مولانا خواجہ خان محمد نے کہا کہ حکومت کو اس سلسلے میں دینی جماعتوں کو اعتماد میں لے کر کوئی پالیسی طے کرنا چاہیے تھی۔ توہین رسالت کے مقدمہ کے اندراج کو ڈپٹی کمشنر کی اجازت کے ساتھ مشروط کرنے سے قانون مطلقاً غیر مؤثر ہو کر رہ گیا ہے اور سزا کے امکانات بھی ختم کر دیئے گئے ہیں۔ مجلس احرار اسلام پاکستان کے مرکزی نائب ناظم سید محمد کفیل بخاری نے کہا کہ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ حکومت این جی اوز کے ہاتھوں میں کھیل رہی ہے اور ملک پر انہی کی حکومت ہے۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان کی دینی جماعتیں اس اقدام پر خاموش نہیں رہیں گی اور کل جماعتی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت ٹھوس لائحہ عمل طے کرے گی۔ سید محمد کفیل بخاری نے کہا کہ انسانی حقوق کی آڑ میں این جی اوز جو ناٹک کھیل رہی ہیں دینی جماعتیں اس سے بے خبر نہیں ہیں۔ ہم ان سازشوں کو امریکی ایجنڈہ سمجھتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ توہین رسالت کے حوالے سے نئی حکومتی پالیسی سے قادیانیوں اور عیسائیوں کو مسلمانوں اور اسلام کے خلاف کھل کھیلنے کا موقع ملے گا جس کی ہرگز اجازت نہیں دی جائے گی۔ سید محمد کفیل بخاری نے کہا کہ توہین رسالت کے مقدمہ کے حوالے سے نئے حکم نامے کا ڈرافٹ تو سابقہ حکومت کے دور میں ہی لکھا جا چکا تھا۔ مگر انہیں موقع نہ ملا۔ موجودہ حکمرانوں نے امریکی آقاؤں کو خوش کرنے کے لئے ان کا مطالبہ مان کر اسی پالیسی کا اعلان کر دیا۔ انہوں نے کہا کہ ملک کو سیکولرازم کے گڑھے میں دھکیلا جا رہا ہے اور پاکستان کی نظریاتی اساس ختم کی جا رہی ہے۔ موجودہ حکومت کے اقدامات دینی جماعتوں کیلئے لمحہ فکریہ ہیں۔

- ذریت ابن سبا اور یہودانِ خیبر نے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو انتقام کا نشانہ بنایا
- سانحۂ کربلا برپا کر کے امت کی وحدت کو پارہ پارہ کیا
- سید نا حسین کی زندگی اتباع سنت اور اطاعت نبوی کا مظہر تھی
- اس حادثہ کا تعلق عقائد سے نہیں تاریخ سے ہے۔ اور تاریخ ناقابلِ اعتبار ہے۔

چھبیسویں ۲۶ سالانہ مجلس ذکر حسین سے حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری اور دیگر مقررین کا خطاب

(ملتان، حسین اختر) مسلمانوں کے جسدِ ملی کو کمزور اور مضمحل کرنے کیلئے آج دشمن کی تمام تر سازش اس بات کیلئے ہے کہ ملت وحدت کو حسینی عقائد و افکار اور اسوۂ ازواج و اصحاب رسول علیہم الرضوان سے دور کر دیا جائے۔ ان خیالات کا اظہار دار بنی ھاشم میں یوم عاشور کی چھبیسویں سالانہ مجلس ذکر حسین (رضی اللہ عنہ) کے ایک بہت بڑے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے مجلس احرار اسلام پاکستان کے امیر، ابن امیر شریعت حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہ نے کیا۔ انہوں نے کہا کہ سید نا حسین رضی اللہ عنہ کو ابن سبا کی ذریت البغایا نے دھوکہ دیکر کربلا میں شہید کیا اور یہودان خیبر کا انتقام لے کر امت مسلمہ کو تحت تحت کیا۔ امت کی اجتماعیت اور وحدت کو پارہ پارہ کیا۔ انہوں نے کہا کہ سید نا حسین رضی اللہ عنہ شہید غیرت ہیں۔ انہوں نے غیرت و حمیت کا جو درس دیا وہ قیامت تک اہل ایمان کیلئے مینارۂ نور ہے۔

مجلس احرار اسلام کے مرکزی ناظم اعلیٰ حضرت مولانا محمد اسحٰق سلیمی نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ سید نا حسین رضی اللہ عنہ اسوۂ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مکمل نمونہ تھے۔ ان کی زندگی اتباعِ سنت اور اطاعت نبوی کا مظہر تھی۔

مجلس احرار اسلام کے مرکزی ناظم نشر و اشاعت عبداللطیف خالد چیمہ نے کہا کہ سید نا حسین رضی اللہ عنہ کی مظلومانہ شہادت کی آڑ میں اسلام کے الہامی و آفاقی عقائد کو بگاڑنے کی اجازت کسی کو نہیں دی جا سکتی۔ ہمارے حکمران گناہ اور ثواب کی تعلیمات عام کرنے والوں، دینی اداروں اور دینی تحریکوں پر برہمی کا اظہار کرتے رہتے ہیں جب کہ یہ تعلیمات اسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اسوۂ صحابہ رضی اللہ عنہ سے عبارت ہیں۔ ان تعلیمات سے بیزاری کا اظہار کرنے والا کوئی شخص یا گروہ امت مسلمہ کا خیر خواہ نہیں ہو سکتا۔

مجلس احرار اسلام کے مرکزی نائب ناظم سید محمد کفیل بخاری نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ مقام و منصب صحابہ قرآن کی نص ہے۔ صحابہ سب کے سب گواہان نبوت ہیں۔ وہ نجات و مغفرت کے سند یافتہ ہیں وہ اسلام کی پہلی مکمل سوسائٹی کے قدسی صفت انسان ہیں۔ ہر صحابی اپنی نسبت اور منصب کے لحاظ سے

مجتہد مطلق ہے اور کسی غیر مجتہد اور غیر صحابی کو ان میں سے کسی فرد پر تنقید کا کوئی حق نہیں۔ انہوں نے کہا کہ سانحہ کربلا دراصل، یہودانِ خیبر اور خبیثانِ عجم کی ان سازشوں کا تسلسل اور آخری کاری وار ہے جن کا آغاز سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی مظلومانہ شہادت سے ہوا۔ انہوں نے کہا کہ انہی سازشیوں کی باقیات آج تک امت مسلمہ سے اپنی شکستوں اور ناکامیوں کے بدلے چکا رہی ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہمارے تمام اسلاف اس پر متفق ہیں کہ حادثۂ کربلا اور ایسے ہی دیگر حادثات کا تعلق عقائد سے نہیں تاریخ سے ہے۔ اور قرآن وحدیث کے مقابلے میں تاریخ کی کوئی حیثیت نہیں۔

حرکت المجاہدین کے مرکزی ناظم نشر و اشاعت مولانا اللہ وسایا قاسم نے کہا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنھم جہاد کے علمبردار تھے۔ آج روحِ جہاد سے خائف عالمی غنڈہ امریکہ بے غیرتی کے کلچر کو فروغ دے کر ہم سے غیرت حسین چھیننا چاہتا ہے۔

مسجد احرار جناب نگر کے خطیب مولانا محمد مغیرہ نے کہا کہ دین و مذہب کے مقدس نام پر استحصالی اور طاغوتی قوتیں آج بھی ابن سباء اور ابن علقمی کی سازشوں کی تکمیل کرنے میں مصروف ہیں۔

احرار رہنما مولانا عبدالنعیم نعمانی نے کہا کہ وحدتِ امت کو نقصان پہنچانے والے منافقوں کا مقابلہ سیدنا حسین کی غیرت اور جرأت سے ہی کیا جاسکتا ہے۔

مجلس ذکرِ حسین کا آغاز مدرسہ معمورہ کے مدرس قاری کریم بخش صاحب کی تلاوت کلام مجید سے ہوا جب کہ محترم حافظ محمد اکرم احرار، صوفی بشیر احمد اور حسین اختر نے مترنم نعتوں اور نظموں سے سامعین کے دینی جذبات کو گرم رکھا۔

دارِ بنی ہاشم میں اہم شخصیات کی آمد

- (۲۲ اپریل ۲۰۰۰ء) حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتہم امیر عالمی مجلس تحفظِ ختم نبوت
- (۱۳ اپریل ۲۰۰۰ء) حضرت علامہ خالد محمود صاحب۔ مدظلہ (ڈائریکٹر اسلامک اکیڈمی مانچسٹر، برطانیہ)
- (۱۳ اپریل ۲۰۰۰ء) محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب (امیر تنظیم اسلامی پاکستان)
- ۲۰۔ اپریل جناب مشفق خواجہ صاحب (اردو زبان وادب کے نامور محقق)

گزشتہ دنوں ملک کی اہم دینی شخصیات دارِ بنی ہاشم ملتان میں تشریف لائیں اور مجلس احرارِ اسلام پاکستان کے مرکزی نائب ناظم سید محمد کفیل بخاری سے باہمی دلچسپی کے امور پر گفتگو فرمائی۔ حضرت امیر احرار سید عطاء المحسن بخاری رحمہ اللہ کے انتقال پر اظہارِ تعزیت کیا۔ (اللہ تعالیٰ انہیں جزاءِ خیر عطاء فرمائے۔ آمین)

تبلیغی و تنظیمی سرگرمیاں

امیر احرار، حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم ۲۳ اپریل، درس قرآن کریم۔ رہائش گاہ میاں محمد اویس لاہور ۲۴ درس قرآن، دفتر احرار، لاہور ۲۵ درسِ قرآن رام گلی لاہور ۲۷ اپریل، جمعرات، مجلس ذکر دارِ بنی ہاشم ملتان
۲۸ خطبہ جمعہ، دار بنی ہاشم ملتان۔ ۲۸، خطاب بعد العشاء مدرسہ محمود العلوم صدیقیہ خان پور بگا شیر (ضلع مظفر گڑھ)
۲۹، اپریل بروز ہفتہ بعد نماز مغرب مجلس ذکر مدرسہ معاذ بدھلہ روڈ ملتان (منتظم حاجی محمد ثقلین صاحب۔ یکم مئی۔ درس قرآن کریم بعد از مغرب۔ مدرسہ معمورہ الیاس کالونی صادق آباد
۲۔ مئی۔ صادق آباد ۴ مئی خطاب بعد نماز عشاء مدرسہ عربیہ عبیدیہ فیصل آباد ۵۔ خطبہ جمعہ چناب نگر۔ ۶ تا ۱۳ مئی تنظیمی دورہ ضلع وہاڑی (گڑھا موڑ، وہاڑی، عزیز قسم، بورے والہ، کرم پور، میراں پور وغیرہ) ۱۴۔ ۱۵ قیام دار بنی ہاشم ملتان ۱۶، ۱۷، ۱۸، تنظیمی دورہ ضلع رحیم یار خان۔ ۲۵ مئی بعد از ظہر نوشہرہ جدید علی پور (شام۔ مجلس ذکر دارِ بنی ہاشم ملتان ۲۶ مئی خطبہ جمعہ دارِ بنی ہاشم ملتان

ترحیم

مسافرانِ آخرت

عبدالقیوم: مجلس احرار اسلام ملتان کے قدیم اور بے لوث کارکن محترم عبدالقیوم صاحب۔ ۱۵ محرم ۲۱، اپریل ۲۰۰۰ء بروز جمعۃ المبارک اچانک دل کا دورہ پڑنے سے انتقال کر گئے۔

والدہ ماجدہ خواجہ عبدالوحید صاحب: کراچی سے ہمارے مہربان محترم خواجہ عبدالوحید، خواجہ محمد شفیق صاحب اور خواجہ محمد رفیق صاحب کی والدہ ماجدہ طویل علالت کے بعد انتقال کر گئیں۔

محترم نذیر اکبر انصاری مرحوم: حضرت ماسٹر تاج الدین انصاری رحمہ اللہ کے فرزند اور محترم حکیم امین الدین انصاری کے چچا محترم نذیر اکبر انصاری انتقال کر گئے۔

میاں محمد سلیم مرحوم: مجلس احرار اسلام لاہور کے معاون خصوصی اور اخلاقِ محمدی بارڈوئیر اچھرہ کے مالک جناب میاں محمد سلیم صاحب ۱۴۔ اپریل کو انتقال کر گئے۔

محمد اویس تسکین مرحوم: مجلس احرار اسلام لاہور کے مخلص کارکن محترم چودھری محمد اکرام صاحب کے جواں سال بھتیجے محمد اویس تسکین ۱۷۔ مارچ کو ٹریفک کے ایک حادثہ میں انتقال کر گئے۔

والدہ مرحومہ مرزا عبدالحمید صاحب:
راولپنڈی سے ہمارے رفیقِ فکر مرزا عبدالحمید صاحب، مرزا محمد حنیف صاحب (سٹار سیونگ مشین کمپنی) کی والدہ ماجدہ انتقال کر گئیں۔

اراکین ادارہ تمام مرحومین کی مغفرت کے لئے دعا گو ہیں اور پسماندگان سے اظہار ہمدردی کرتے ہوئے ان کی لئے صبر کی دعا کرتے ہیں۔ قارئین سے درخواست ہے کہ مرحومین کیلئے دعاءِ مغفرت اور ایصالِ ثواب کا خصوصی اہتمام فرمائیں۔ (ادارہ)

ایم اے عربی، ایم اے اسلامیات، فاضل عربی
اور درس نظامی کے طلباء و طالبات کے لئے

ایک اہم اور مستند کتاب **معلم الانشاء**

جسکی جدید انداز اور عام فہم زبان میں تشریح کی گئی ہے

رائد الانشاء

شرح

معلم الانشاء

از محمد ابوبکر قاسمی

نظرثانی: پروفیسر حافظ عبدالرحیم
زکریا یونیورسٹی ملتان

حل تمرینات کا حسین مرقع
انشاء اللہ عنقریب
منصۂ شہود پر آجائیگی

مکتبہ قاسمیہ ملتان
Tel: 44585
نزد چوک گھنٹہ گھر کچہری روڈ

تحریک تحفظ ختم نبوت (شعبہ تبلیغ)
مجلس احرار اسلام کے زیر اہتمام

جنّت میں گھر بنائیے!

مرکزی مسجد عثمانیہ

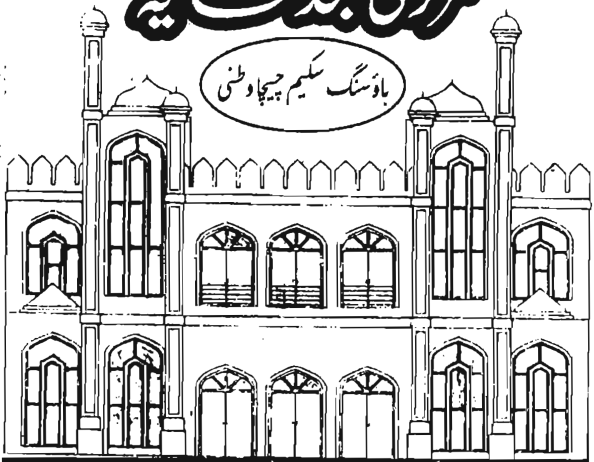

آرکیٹیکٹ: محمد عمران محبوب فیصل آباد 754274

مرکزی مسجد عثمانیہ

ہاؤسنگ سکیم چیچاوطنی کی تعمیر جاری ہے نقد یا سامان کی صورت میں تعاون کا ہاتھ بڑھائیں اور اللہ سے اجر پائیں

رابطہ و معلومات اور ترسیل زر کے لیے

دفتر دار العلوم ختم نبوت بلاک نمبر 12 چیچا وطنی فون نمبر: 611657 - 0445

کرنٹ اکاؤنٹ نمبر 9-2324 نیشنل بنک جامع مسجد بازار چیچاوطنی
اکاؤنٹ بنام: مرکزی مسجد عثمانیہ ہاؤسنگ سکیم چیچاوطنی

منجانب
انجمن مرکزی مسجد عثمانیہ (رجسٹرڈ) فون نمبر 610955 - 0445
ای بلاک لوانکم ہاؤسنگ سکیم چیچاوطنی۔ ضلع ساہیوال پاکستان

مکتبۂ احرار لاہور کی نئی کتاب

حیات امیر شریعت

مؤلف: جانباز مرزا

* خطیب الامت * بطلِ حریت

* امیر شریعت

سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ

کی مستند سوانح حیات

* ملی و دینی خدمات * جہد ایثار اور عزیمت و استقلال

کا عظیم مرقع نیا ایڈیشن، رنگین اور دیدہ زیب سرورق

کے ساتھ پہلے تمام ایڈیشنوں سے یکسر مختلف اور منفرد

قیمت:=/150 روپے

خطبات سیرت

جلد اول

مرتبہ: مولانا ثناء اللہ سعد شجاع آبادی

شہید ملت اسلامیہ جانشین امیر عزیمت

مورخِ اسلام علامہ ضیاء الرحمان فاروقی شہیدؒ

کی سیر النبی ﷺ کے مختلف پہلوؤں پر کی گئی ایمان پرور، روح افزاء منتخب تقاریر کا مجموعہ

اغلاط سے مبرا کمپیوٹرائزڈ کتابت، عمدہ کاغذ پر حسین طباعت، خوب صورت

چہار رنگا ٹائیٹل اور مضبوط جلد کے ساتھ منظر عام پر آچکی ہے (قیمت =/160 روپے)

برائے رابطہ گوشۂ علم و ادب، بستی مٹھو خاص، تحصیل شجاع آباد ضلع ملتان

ملنے کا پتہ: بخاری اکیڈمی دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان

فون: 511961 - 061

معیار

ہر قیمت پر

بانوے سال سے رُوح افزا کا بلند معیار ہی
رُوح افزا کی مقبولیت کی اساس ہے

رُوح افزا کا ایک گلاس، کیسی گرمی کیسی پیاس

مدینۃ الحکمۃ
تعلیم، سائنس اور ثقافت کا عالمی منصوبہ۔
آپ ہمدرد کی راست تیار، اعتماد کے ساتھ مصنوعاتِ ہمدرد خریدتے ہیں۔ جائز منافع بین الاقوامی شہرِ علم و حکمت کی تعمیر میں لگ رہا ہے۔ اس کی تعمیر میں آپ بھی شریک ہیں۔

ہمدرد — راحتِ جاں رُوح افزا مشروبِ مشرق

Adarts-HRA-11/96 (R)

Monthly Multan
NAQEEB-E-KHATM-E-NUBUWWAT
Regd. M-N0.32 Vol. No.11 No.5 Tel:061-511961

بائیسویں سالانہ یک روزہ

سیرتِ خاتم الانبیاء کانفرنس

جامع مسجد احرار (ربوہ) چناب نگر

۱۲ ربیع الاوّل ۱۴۲۱ھ

زیرِ سرپرستی
حضرت مولانا
خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتہم
خانقاہ سراجیہ کندیاں
امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان

زیرِ صدارت
قائدِ احرار
ابن امیرِ شریعت
حضرت پیر جی
سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہ
(امیر مجلس احرارِ اسلام پاکستان)

جلوس

جسمیں مُلک و مِلّت کے اصحاب فکر و دانش، عُلماء اہلِ قلم، وُکلا اور طلبا خطاب کریں گے حسبِ سابق ۱۲ ربیع الاوّل کو بعد نمازِ ظہر فدائینِ احرار کا فقید المثال جلوس مسجدِ احرار سے روانہ ہوگا۔ دورانِ جلوس زُعماءِ احرار بصیرت افروز خطاب فرمائینگے۔

پروگرام ۱۲ ربیع الاوّل: بعد نمازِ فجر: درسِ قرآنِ کریم، تقاریر: ۱۰ بجے صبح تا ظہر

منجانب تحریکِ تحفظِ ختمِ نبوّت (شعبۂ تبلیغ) مجلس احرارِ اسلام پاکستان

رابطہ فون: چناب نگر: ۲۱۱۵۲۳، مُلتان: ۵۱۱۹۶۱، لاہور: ۵۸۶۵۴۶۵، چیچہ وطنی: ۶۱۱۶۵۷